قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ

رسالہ

فضائلِ رمضان (مسمّٰی)

مُصنّفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا الحاج مولوی محمد زکریا صاحب دامت فیوضہم
شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

جس میں

تین فصلیں ہیں: فصل اوّل میں دس احادیث متعلقہ فضائلِ رمضان، دوسری فصل میں سات احادیث لیلۃ القدر کے بارہ میں اور سورۂ قدر کی تفسیر، تیسری فصل میں تین احادیث اعتکاف کے بارہ میں، خاتمہ میں ایک طویل حدیث جو بہت سے عجیب مضامین پر مشتمل ہے، یہ مجموعہ مضامینِ بالا کا بہترین ذخیرہ ہے، جس میں بتلایا ہے کہ رمضان المبارک کس قدر بڑی نعمت ہے، رحمتِ الٰہی اس ماہ میں کس کثرت سے نازل ہوتی ہے، اور اس کی برکات حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ناشر
مکتبہ رشیدیہ قاری منزل مراسٹریٹ پاکستان چوک کراچی ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا،

حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ چند احادیث کا ترجمہ ہے جو رمضان المبارک کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمین ذات نے مسلمانوں کے لئے ہر باب میں جس قدر فضائل اور ترغیبات ارشاد فرمائی ہیں اُن کا اصل شکریہ اور قدردانی تو یہ تھی کہ ہم اُن پر مر مٹتے، مگر ہماری کوتاہیاں اور دینی بے رغبتیاں اس قدر روز افزوں ہیں کہ ان پر عمل تو درکنار ان کی طرف التفات اور توجہ بھی نہیں رہی حتیٰ کہ اب لوگوں کو ان کا علم بھی بہت کم ہو گیا ہے، ان اوراق کا مقصد یہ ہے کہ اگر مساجد کے ائمہ، تراویح کے حفاظ اور وہ پڑھے لکھے حضرات جن کو دین کی کسی درجہ میں بھی رغبت ہے اوائل رمضان میں اس رسالہ کو مساجد اور مجامع میں سُنا دیا کریں تو اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ اپنے محبوب کے کلام کی برکت سے ہم لوگوں کو مبارک مہینہ کی کچھ قدر اور اس کی برکات کی طرف کچھ توجہ ہو جایا کرے، اور نیک اعمال کی زیادتی اور بداعمالیوں کی کمی کا ذریعہ بن جایا کرے، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر حق تعالیٰ شانہٗ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت فرما دیں تو تیرے لئے سُرخ اونٹوں سے (جو عمدہ مال شمار ہوتا ہے) بہتر اور افضل ہے،

رمضان المبارک کا مہینہ مسلمانوں کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ کا بہت ہی بڑا انعام ہے مگر جب ہی کہ اس انعام کی قدر بھی کی جاوے ورنہ ہم سے محروموں کیلئے ایک مہینہ تک رمضان رمضان چلّاتے جانے کے سوا کچھ بھی نہیں، ایک حدیث میں ہے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جاوے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری اُمّت یہ تمنّا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو جاوے، ہر شخص سمجھتا ہے کہ سال بھر کے روزے رکھنے کا ہے وارد، مگر رمضان المبارک کے ثواب کے مقابلہ میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگ اس کی تمنّا کرنے لگیں، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کے روزے اور ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا دل کی کھوٹ اور وساوس کو دور کرتا ہے، آخر کوئی تو بات ہے کہ صحابہ کرام رمضان کے

جہینہ میں جہاد کے سفر میں باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار افطار کی اجازت فرمادینے کے روزہ کا اہتمام فرماتے حتّٰی کہ حضورؐ کو حکماً منع فرمانا پڑا،

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ صحابۂ کرام رضؓ ایک غزوہ کے سفر میں ایک منزل پر اترے گرمی نہایت سخت تھی، اور غربت کی وجہ سے اس قدر کپڑا بھی سب کے پاس نہ تھا کہ دھوپ کی گرمی سے بچاؤ کرلیں، بہت سے لوگ اپنے ہاتھ سے آفتاب کی شعاع سے بچتے تھے، اس حالت میں بھی بہت سے روزہ دار تھے، جن سے کھڑے ہوسکنے کا تحمل نہ ہوا اور گرگئے، صحابۂ کرام کی ایک جماعت گویا ہمیشہ تمام سال روزہ دار ہی رہتی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سینکڑوں روایات میں مختلف انواع کے فضائل نقل کئے گئے جن کا احاطہ تو مجھ جیسے ناکارہ کے امکان سے خارج ہے ہی لیکن میرا یہ بھی خیال ہے کہ اگر انکو کچھ تفصیل سے لکھوں تو دیکھنے والے اکتا جائیں گے، کہ اس زمانہ میں دینی امور میں جس قدر بے التفاتی کیجارہی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں، علم و عمل دونوں میں جس قدر بے پرواہی دین کے بارے میں بڑھتی جارہی ہے وہ ہر شخص اپنی ہی حالت میں غور کرنے سے معلوم کرسکتا ہے، اس لئے اکیس (۲۱) احادیث پر اکتفاء کرتا ہوں، اور ان کو تین (۳) فصلوں پر منقسم کرتا ہوں،

فصلِ اوّل (۱): رمضان المبارک کے فضائل میں جس میں دس احادیث مذکور ہیں،

دوسری فصل (۲): شب قدر کے بیان میں جس میں سات حدیثیں ہیں،

تیسری فصل (۳): میں اعتکاف کا ذکر ہے، جس میں تین حدیثیں ہیں، اس کے بعد **خاتمہ** میں ایک طویل حدیث پر اس رسالہ کو ختم کردیا، حق تعالیٰ شانہ اپنی کریم ذات اور اپنے محبوب کے طفیل اس کو قبول فرمادیں اور مجھ سیہ کار کو بھی اس کی برکات سے انتفاع کی توفیق عطا فرمادیں، فَاِنَّهٗ بَرٌّ جَوَادٌ كَرِيْمٌ،

فصلِ اوّل فضائلِ رمضان میں

عَنْ سَلْمَانَ رضؓ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ	(۱)	حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا

فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ مُبَارَكٌ شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ، شَهْرٌ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً وَّقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا مَّنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِخَصْلَةٍ كَانَ كَمَنْ أَدّٰى سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُّزَادُ فِي رِزْقِ الْمُؤْمِنِ فِيهِ مَنْ فَطَّرَ فِيهِ صَائِمًا كَانَ مَغْفِرَةً لِّذُنُوبِهِ وَعِتْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا يُفَطِّرُ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى تَمْرَةٍ أَوْ شَرْبَةِ مَاءٍ أَوْ مَذْقَةِ لَبَنٍ، وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَّأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَّآخِرُهُ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوكِهِ فِيهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ وَأَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ وَاسْتَكْثِرُوا فِيهِ مِنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ خَصْلَتَيْنِ تُرْضُونَ بِهِمَا رَبَّكُمْ

اے لوگو! تمھارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے بہت مبارک مہینہ ہے اس میں ایک رات ہے (شب قدر) جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے، جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے، ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کیساتھ غمخواری کرنیکا ہے، اس مہینہ میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کیلئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا اور روزہ دار کے ثواب کے مانند اس کو ثواب ہوگا، مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا، صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے تو آپنے فرمایا کہ (پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ جل شانہٗ ایک کھجور سے کوئی افطار کرادے

وَخَصْلَتَيْنِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا فَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ فَشَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَتَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا فَتَسْئَلُوْنَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذُوْنَ بِهٖ مِنَ النَّارِ وَمَنْ سَقٰى صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ ، (رواه ابن خزيمة في صحيحه وقال ان صح الخبر ورواه البيهقي و رواه ابو الشيخ بن حبان في الثواب باختصار عنهما وفي اسانيدهم علي بن زيد بن جدعان ورواه ابن خزيمة ايضا والبيهقي باختصار عنه من حديث ابي هريرة وفي اسناده كثير بن زيد كذا في الترغيب ص ۲۰۳ قلت علي بن زيد ضعفه جماعة وقال الترمذي صدوق وصحح له حديثا في السلام وحسن له غير ما حديث وكذ اكثير ضعفه النسائي وغيره وقال ابن معين ثقة وقال ابن عدي لم ار بحديثه باسا واخرج بحديثه ابن خزيمة في صحيحه كذا في رجال المنذري ص ۲۰۴ لكن قال العيني الخبر منكر فتامل،

یا ایک گھونٹ پانی پلادے یا ایک گھونٹ لسی پلادے اس پر بھی مرحمت فرمادیتے ہیں، یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اوّل حصہ اللہ کی رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے، جو شخص اس مہینہ میں ہلکا کردے اپنے غلام (وخادم) کے بوجھ کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی مغفرت فرماتے ہیں، اور آگ سے آزادی فرماتے ہیں، اور چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارۂ کار نہیں، پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنّت کی طلب کرو، اور آگ سے پناہ مانگو، جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنّت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔''

فائدہ:- محدثین کو اس کے بعض رُواۃ میں کلام ہے، لیکن اوّل تو فضائل

ہیں اس قدر کلام قابلِ تحمل ہے، دوسرے اس کے اکثر مضامین کی دوسری روایات مؤید ہیں

اس حدیث سے چند امور معلوم ہوتے ہیں: اوّل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کہ شعبان کی آخری تاریخ میں خاص طور سے اس کا وعظ فرمایا اور لوگوں کو تنبیہ فرمائی تاکہ رمضان المبارک کا ایک سیکنڈ بھی غفلت سے نہ گذر جائے، پھر اس وعظ میں تمام مہینہ کی فضیلت بیان فرمانے کے بعد چند اہم امور کی طرف خاص طور سے متوجہ فرمایا، سب سے اوّل شب قدر کہ وہ حقیقت میں بہت ہی اہم رات ہے، ان اوراق میں اس کا بیان دوسری فصل میں مستقل آئے گا،

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اللہ نے اس کے روزہ کو فرض کیا اور اس کے قیام یعنی تراویح کو سنّت کیا، اس سے معلوم ہوا کہ تراویح کا ارشاد بھی خود حق سبحانہٗ وتقدس کی طرف سے ہے، پھر جن روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا، کہ میں نے سنت کیا، ان سے مراد تاکید ہے کہ حضورؐ اس کی تاکید بہت فرماتے تھے، اسی وجہ سے سب ائمہ اس کے سنّت ہونے پر متفق ہیں،

برہان میں لکھا ہے کہ مسلمانوں میں سے روافض کے سوا کوئی شخص اس کا منکر نہیں حضرت مولانا الشاہ عبد الحق صاحب محدّث دہلویؒ نے "ماثبت بالسنة" میں بعض... کتبِ فقہ سے نقل کیا ہے کہ کسی شہر کے لوگ اگر تراویح چھوڑ دیں تو اس کے چھوڑنے پر امام ان سے مقاتلہ کرے، اس جگہ خصوصیت سے ایک بات لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ جلدی سے کسی مسجد میں آٹھ دس دن میں کلام مجید سن لیں پھر چھٹی، یہ خیال رکھنے کی بات ہے کہ یہ دو سنتیں الگ الگ ہیں، تمام کلام اللہ شریف کا تراویح میں پڑھنا یا سننا یہ مستقل سنّت ہی، اور پورے رمضان شریف کی تراویح مستقل سنّت ہی، پس اس صورت میں ایک سنت پر عمل ہوا اور دوسری رہ گئی البتہ جن لوگوں کو رمضان المبارک میں سفر وغیرہ یا کسی وجہ سے ایک جگہ روزانہ تراویح پڑھنی مشکل ہو ان کے لئے مناسب ہے کہ اوّل ایک قرآن شریف چند روز میں سن لیں تاکہ قرآن شریف ناقص نہ رہے، پھر جہاں وقت ملا اور موقع ہوا وہاں تراویح پڑھ لی، کہ

قرآن شریف بھی اس صورت میں ناقص نہیں ہوگا، اور اپنے کام کا بھی حرج نہ ہوگا،
حضورؐ نے روزہ اور تراویح کا ذکر فرمانے کے بعد عام فرض اور نفل عبادات کے اہتمام کی طرف متوجہ فرمایا کہ اس میں ایک نفل کا ثواب دوسرے مہینوں کے فرائض کے برابر ہے اور اس کے ایک فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستر فرائض کے برابر ہے،

اس جگہ ہم لوگوں کو اپنی اپنی عبادات کی طرف بھی ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس مبارک مہینہ میں فرائض کا ہم سے کس قدر اہتمام ہوتا ہے، اور نوافل میں کتنا اضافہ ہوتا ہے، فرائض میں تو ہمارے اہتمام کی یہ حالت ہے کہ سحر کھانے کے بعد جو سوتے ہیں تو اکثر صبح کی نماز قضا ہو گئی، اور کم از کم جماعت تو اکثروں کی فوت ہو ہی جاتی ہے گویا سحر کے کھانے کا یہ شکریہ ادا کیا، کہ اللہ کے سب سے زیادہ مہتم بالشان فرض کو یا بالکل قضا کر دیا یا کم از کم ناقص کر دیا، کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنے کو اہلِ اصول نے اداءِ ناقص فرمایا ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ایک جگہ ارشاد ہے کہ مسجد کے قریب رہنے والوں کی تو (گویا) نماز بغیر مسجد کے ہوتی ہی نہیں،

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ جو شخص بغیر عذر کے بدون جماعت نماز پڑھتا ہے اس کے ذمہ سے فرض تو ساقط ہو جاتا ہے مگر اس کو نماز کا ثواب نہیں ملتا، اسی طرح دوسری نماز مغرب کی بھی جماعت اکثروں کی افطار کی نذر ہو جاتی ہے، اور رکعتِ اُولیٰ یا تکبیرِ اُولیٰ کا تو ذکر ہی کیا ہے، اور بہت سے لوگ تو عشاء کی نماز بھی تراویح کے احسان کے بدلہ میں وقت سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں، یہ تو رمضان المبارک میں ہماری نماز کا حال ہے جو اہم ترین فرائض میں ہے، کہ ایک کے بدلہ میں تین کو ضائع کیا، یہ تین تو اکثر ہیں، ورنہ ظہر کی نماز قیلولہ کی نذر اور عصر کی جماعت افطاری کا سامان خریدنے کی نذر ہوتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا گیا،

اسی طرح اور فرائض پر آپ خود غور فرمالیں کہ کتنا اہتمام رمضان المبارک میں ان کا کیا جاتا ہے، اور جب فرائض کا یہ حال ہے تو نوافل کا کیا پوچھنا، اشراق اور چاشت تو رمضان المبارک میں سونے کی نذر ہو ہی جاتے ہیں، اور اوابین کا

کیسے اہتمام ہو سکتا ہے، جبکہ ابھی روزہ کھولا ہی اور آئندہ تراویح کا سہم ہے اور تہجد کا وقت تو ہے ہی عین سحر کھانے کا وقت، پھر بھلا نوافل کی گنجائش کہاں، لیکن یہ سب باتیں بے توجہی اور نہ کرنے کی ہیں کہ ع "تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں" کتنے اللہ کے بندے ہیں کہ جن کے لئے انہی اوقات میں سب چیزوں کی گنجائش نکل آتی ہے،

میں نے اپنے آقا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو متعدد رمضانوں میں دیکھا ہے کہ باوجود ضعف اور پیرانہ سالی کے مغرب کے بعد نوافل میں سوا پارہ پڑھنا یا سُنانا اور اس کے بعد آدھ گھنٹہ کھانا وغیرہ ضروریات کے بعد ہندوستان کے قیام میں تقریباً دو سوا دو گھنٹہ تراویح میں خرچ ہوتے تھے، اور مدینہ پاک کے قیام میں تقریباً تین گھنٹہ میں عشاء اور تراویح سے فراغت ہوتی، اس کے بعد آپ حسبِ اختلاف موسم دو تین گھنٹے آرام فرمانے کے بعد تہجد میں تلاوت فرماتے اور صبح سے نصف گھنٹہ قبل سحر تناول فرماتے، اس کے بعد سے صبح کی نماز تک کبھی حفظ تلاوت فرماتے اور کبھی اوراد و وظائف میں مشغول رہتے، اسفار یعنی چاندنی میں صبح کی نماز پڑھ کر اشراق تک مراقب رہتے، اور اشراق کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ آرام فرماتے، اس کے بعد سے تقریباً بارہ بجے تک اور گرمیوں میں ایک بجے تک "بذل المجہود" تحریر فرماتے اور ڈاک وغیرہ ملاحظہ فرما کر جواب لکھاتے، اس کے بعد ظہر کی نماز تک آرام فرماتے، اور ظہر سے عصر تک تلاوت فرماتے، عصر سے مغرب تک تسبیح میں مشغول رہتے، اور حاضرین سے بات چیت بھی فرماتے، "بذل المجہود" ختم ہو جانے کے بعد صبح کا کچھ حصہ تلاوت میں اور کچھ کتب بینی میں، "بذل المجہود" اور "وفاء الوفاء" زیادہ تر اس وقت زیرِ نظر رہتی تھے، یہ اس پر تھا کہ رمضان المبارک میں معمولات میں کوئی خاص تغیر نہ تھا کہ نوافل کا یہ معمول دائمی تھا، اور نوافلِ مذکورہ کا تمام سال بھی اہتمام رہتا تھا، البتہ رکعات کے طول میں رمضان المبارک میں اضافہ ہو جاتا تھا، ورنہ جن اکابر کے یہاں رمضان المبارک کے خاص معمولات مستقل تھے ان کا اتباع ہر شخص سے نبھنا بھی مشکل ہے، حضرت اقدس مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تراویح کے بعد سے صبح کی نماز تک نوافل میں

مشغول رہتے تھے، اور ریحے بعد دیگرے متفرق حفاظ سے کلام مجید ہی سنتے رہتے تھے،
اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری قدس سرہٗ کے یہاں تو رمضان المبارک کا مہینہ دن رات تلاوت ہی کا ہوتا تھا، کہ اس میں ڈاک بھی بند اور ملاقات بھی فرا گوارا نہ تھی، بعض مخصوص خدام کو صرف اتنی اجازت ہوتی کہ تراویح کے بعد جتنی دیر حضرت سادی چائے کے ایک دو فنجان نوش فرمائیں اتنی دیر حاضر خدمت ہو جایا کریں،
بزرگوں کے یہ معمولات اس وجہ سے نہیں لکھے جاتے کہ سرسری نگاہ سے اُن کو پڑھ لیا جاوے یا کوئی تفریحی فقرہ اُن پر کہہ دیا جاوے، بلکہ اس لئے ہیں کہ اپنی ہمت کے موافق ان کا اتباع کیا جاوے اور حتی الوسع پورا کرنے کا اہتمام کیا جاوے کہ ہر لائن اپنے مخصوص امتیازات میں دوسرے پر فائق ہے، جو لوگ دنیوی مشاغل سے مجبور نہیں ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ گیارہ مہینے ضائع کر دینے کے بعد ایک مہینہ مرمٹنے کی کوشش کرلیں، ملازم پیشہ حضرات جو دس بجے سے چار بجے تک دفتر میں رہنے کے پابند ہیں، اگر صبح سے دس بجے تک کم از کم رمضان المبارک کا مہینہ تلاوت میں خرچ کر دیں تو کیا دقت ہے، آخر دنیوی ضروریات کے لئے دفتر کے علاوہ اوقات میں سے وقت نکالا ہی جاتا ہے، اور کھیتی کرنے والے تو نہ کسی کے نوکر نہ اوقات کے تغیر میں اُن کو ایسی پابندی کہ اس کو بدل نہ سکیں، یا کھیتی پر بیٹھے بیٹھے تلاوت نہ کر سکیں، اور تاجروں کے لئے تو اس میں کوئی دقت ہی نہیں کہ اس مبارک مہینہ میں دکان کا وقت تھوڑا سا کم کر دیں، یا کم از کم دکان ہی پر تجارت کے ساتھ تلاوت بھی کرتے رہا کریں، کہ اس مبارک مہینہ کو کلامِ الٰہی کے ساتھ بہت ہی خاص مناسبت ہے، اسی وجہ سے عموماً اللہ جلّ شانہٗ کی تمام کتابیں اسی ماہ میں نازل ہوئی ہیں، چنانچہ قرآن پاک لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر تمام کا تمام اسی ماہ میں نازل ہوا اور وہاں سے حسب موقع تھوڑا تھوڑا ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہوا،
اس کے علاوہ حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفے اسی ماہ کی یکم یا ۳ تاریخ کو عطا ہوئے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور ۱۸ یا ۱۲ رمضان

کو ملی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت ۶ر رمضان المبارک کو عطا ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل ۱۲ ر یا ۱۳ ر رمضان المبارک کو ملی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو کلامِ الٰہی کے ساتھ خاص مناسبت ہے، اسی وجہ سے تلاوت کی کثرت اس مہینہ میں منقول ہے اور مشائخ کا معمول، حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال رمضان میں تمام قرآن شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے، اور بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے، علماء نے ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے قرآن پاک کے دور کرنے کا جو عام طور سے رواج ہے استحباب نکالا ہے،

بالجملہ تلاوت کا خاص اہتمام جتنا بھی ممکن ہو سکے کرے، اور جو وقت تلاوت سے بچے اس کو بھی ضائع کرنا مناسب نہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث کے آخر میں چار چیزوں کی طرف خاص طور سے متوجہ فرمایا، اور اس مہینہ میں ان کی کثرت کا حکم فرمایا، کلمہ طیبہ اور استغفار اور جنت کے حصول اور دوزخ سے بچنے کی دعاء، اس لئے جتنا وقت بھی مل سکے ان چیزوں میں صرف کرنا سعادت سمجھے، اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ مبارک کی قدر ہے، کیا دقت ہے کہ اپنے دنیوی کاروبار میں مشغول رہتے ہوئے زبان سے درود شریف یا کلمہ طیبہ کا بھی وِرد رہے، اور کل کو یہ کہنے کا منہ باقی رہے ؎

میں گو رہا رہینِ ستمہائے روزگار ؛ لیکن تمھاری یاد سے غافل نہیں رہا

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کی کچھ خصوصیتیں اور آداب ارشاد فرمائے، اوّلاً یہ کہ یہ صبر کا مہینہ ہے، یعنی اگر روزہ وغیرہ میں کچھ تکلیف ہو تو اُسے ذوق شوق سے برداشت کرنا چاہیے، یہ نہیں کہ مار دھاڑ، ہول پکار جیسا کہ اکثر لوگوں کی گرمی کے رمضان میں عادت ہوتی ہے، اسی طرح اگر اتفاق سے سحر نہ کھائی گئی تو صبح سے ہی روزہ کا سوگ شروع ہو گیا، اسی طرح رات کی تراویح میں اگر دقت ہو تو اس کو بڑی بشاشت سے برداشت کرنا چاہیئے، اس کو مصیبت اور آفت نہ سمجھیں کہ یہ بڑی سخت محرومی کی بات ہے، ہم لوگ دنیوی معمولی اغراض کی بدولت کھانا پینا،

راحت وآرام سب چھوڑ دیتے ہیں، تو کیا رضائے الٰہی کے مقابلہ میں ان چیزوں کی کوئی وقعت ہو سکتی ہے؟

پھر ارشاد ہے کہ یہ غمخواری کا مہینہ ہے، یعنی غرباء مساکین کے ساتھ مدارات کا برتاؤ کرنا، اگر دس چیزیں اپنی افطاری کے لئے تیار کی ہیں تو دو چار غرباء کے لئے بھی کم از کم ہونی چاہئیں، ورنہ اصل تو یہ تھا کہ اُن کے لئے اپنے سے افضل نہ ہوتا تو مساوات ہی ہوتی غرض جس قدر ہمت ہو سکے اپنے افطار وسحر کے کھانے میں غرباء کا حصہ بھی ضرور لگانا چاہئے، صحابہ کرامؓ امت کیلئے عملی نمونہ اور دین کے ہر جز کو اس قدر واضح طور پر عمل فرما کر دکھلا گئے کہ اب ہر نیک کام کے لئے ان کی شاہراہِ عمل کھلی ہوئی ہے، ایثار وغمخواری کے باب میں ان حضرات کا اتّباع بھی دل گردہ والے کا کام ہے، سینکڑوں ہزاروں واقعات ہیں جن کو دیکھ کر بجز حیرت کے کچھ نہیں کہا جاتا، ایک واقعہ مثالاً لکھتا ہوں:۔

ابو جہمؓ کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں میں اپنے چچازاد بھائی کو تلاش کرنے چلا، اور اس خیال سے پانی کا مشکیزہ بھی لے لیا کہ اگر اس میں کچھ رمق باقی ہوئی تو پانی پلا دوں گا اور ہاتھ منہ دھو دوں گا، وہ اتفاق سے پڑے ہوئے ملے، میں نے ان سے پانی کو پوچھا انھوں نے اشارہ سے مانگا کہ اتنے میں برابر سے دوسرے زخمی نے آہ کی، چچازاد بھائی نے پانی پینے سے پہلے اس کے پاس جانے کا اشارہ کیا، اس کے پاس گیا اور پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی پیاسے ہیں اور پانی مانگتے ہیں کہ اتنے میں ان کے پاس والے نے اشارہ کر دیا، انھوں نے بھی خود پانی پینے سے قبل اس کے پاس جانے کا اشارہ کیا، اتنے میں وہاں تک پہنچا، تو اُن کی روح پرواز کر چکی تھی، واپس دوسرے صاحب کے پاس پہنچا تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے، تو لوٹ کر چچازاد بھائی کے پاس آیا، تو دیکھا کہ ان کا بھی وصال ہو گیا،

یہ ہیں تمھارے اسلاف کے ایثار کہ خود پیاسے جان دیدی، اور اجنبی بھائی سے پہلے پانی پینا گوارا نہ کیا، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَاَرْضَاھُمْ وَرَزَقَنَا اِتِّبَاعَھُمْ،

رُوح البیان میں سیوطی کی جامع الصغیر اور سخاوی کی مقاصد سے بروایت

حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میری امت میں ہر وقت پانسو برگزیدہ بندے اور چالیس ابدال رہتے ہیں جب کوئی شخص ان میں سے مرجاتا ہے فوراً دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان لوگوں کے خصوصی اعمال کیا ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ظلم کرنے والوں سے درگذر کرتے ہیں اور بُرائی کا معاملہ کرنے والوں سے (بھی) احسان کا برتاؤ کرتے ہیں، اور اللہ کے عطا فرمائے ہوئے رزق میں لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کا برتاؤ کرتے ہیں،

ایک دوسری حدیث سے نقل کیا ہے کہ جو شخص بھوکے کو روٹی کھلائے یا ننگے کو کپڑا پہنائے یا مسافر کو شب باشی کی جگہ دے، حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے ہولوں سے اس کو پناہ دیتے ہیں،

یحییٰ برمکیؒ حضرت سفیان ثوریؒ پر ہر ماہ ایک ہزار درہم خرچ کرتے تھے تو حضرت سفیانؒ سجدہ میں اُن کے لئے دعاء کرتے تھے کہ یا اللہ یحییٰ نے میری دنیا کی کفالت کی تو اپنے لطف سے اس کی آخرت کی کفالت فرما، جب یحییٰ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے خواب میں اُن سے پوچھا کہ کیا گذری؟ انہوں نے کہا کہ سفیانؒ کی دعاء کی بدولت مغفرت ہوئی،

اس کے بعد حضورؐ نے روزہ افطار کرانے کی فضیلت ارشاد فرمائی، ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جو شخص حلال کمائی سے رمضان میں روزہ افطار کرائے، اس پر رمضان کی راتوں میں فرشتے رحمت بھیجتے ہیں، اور شب قدر میں جبرئیل علیہ السلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں، اور جس سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہیں (اس کی علامت یہ ہے کہ) اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں،

حمّاد بن سلمہؓ ایک مشہور محدّث ہیں، روزانہ پچاس آدمیوں کے روزہ افطار کرانے کا اہتمام کرتے تھے (روح البیان)

افطار کی فضیلت ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا ہے کہ اس مہینہ کا اوّل حصہ

رحمت ہی یعنی حق تعالیٰ شانہٗ کا انعام متوجہ ہوتا ہے، اور یہ رحمتِ عامّہ سب مسلمانوں کے لیے ہوتی ہے، اس کے بعد جو لوگ اس کا شکر ادا کرتے ہیں اُن کے لیے اس رحمت میں اضافہ ہوتا ہے لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ، اور اس کے درمیانی حصّہ سے مغفرت شروع ہو جاتی ہے، اس لیے کہ روزوں کا کچھ حصہ گذر چکا ہے، اس کا معاوضہ اور اکرام مغفرت کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے، اور آخری حصّہ تو بالکل آگ سے خلاصی ہے ہی،

اور بھی بہت سی روایات میں خُتمِ رمضان پر آگ سے خلاصی کی بشارتیں وارد ہوئی ہیں، رمضان کے تین حصّے کئے گئے جیسا کہ مضمون بالا سے معلوم ہوا، بندۂ ناچیز کے خیال میں تین حصّے رحمت اور مغفرت اور آگ سے خلاصی کے درمیان میں فرق یہ ہے کہ آدمی تین طرح کے ہیں، ایک وہ لوگ جن کے اوپر گناہوں کا بوجھ نہیں اُن کے لئے شروع ہی سے رحمت اور انعام کی بارش ہو جاتی ہے، دوسرے وہ لوگ جو معمولی گنہگار ہیں، ان کے لیے کچھ حصّہ روزہ رکھنے کے بعد اُن روزوں کی برکت اور بدلہ میں مغفرت اور گناہوں کی معافی ہوتی ہے، تیسرے وہ جو زیادہ گنہگار ہیں ان کے لئے زیادہ حصّہ روزہ رکھنے کے بعد آگ سے خلاصی ہوتی ہے، اور جن لوگوں کے لئے ابتدا ہی سے رحمت تھی اور ان کے گناہ بخشے بخشائے تھے اُن کا تو پوچھنا ہی کیا، کہ اُن کے لئے رحمتوں کے کس قدر انبار ہوں گے، واللہ اعلم وعلمہٗ اتم،

اس کے بعد حضورؐ نے ایک اور چیز کی طرف رغبت دلائی ہے کہ آقا لوگ اپنے ملازموں پر اس مہینہ میں تخفیف رکھیں، اس لئے کہ آخر وہ بھی روزہ دار ہیں، کام کی زیادتی سے ان کو روزہ میں دِقّت ہوگی، البتہ اگر کام زیادہ ہو تو اس میں مضائقہ نہیں کہ رمضان کے لئے ہنگامی ملازم ایک آدھ بڑھالے، مگر جب ہی کہ ملازم روزہ دار بھی ہو، ورنہ اس کے لئے رمضان بے رمضان برابر، اور اس ظلم و بے غیرتی کا تو ذکر ہی کیا کہ خود روزہ خور ہو کر بے حیا مُنہ سے روزہ دار ملازموں سے کام لے، اور نماز روزہ کی وجہ سے اگر تعمیل میں کچھ تساہل ہو تو برسنے لگے، وَسَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَىَّ مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ (ترجمہ) اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیسی (مصیبت) کی

جگہ ٹوٹ کر جائیں گے، مراد جہنم ہے)۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں چار چیزوں کی کثرت کا حکم فرمایا، اوّل کلمۂ شہادت، احادیث میں اس کو افضل الذکر ارشاد فرمایا ہے، مشکوٰۃ میں بروایت ابوسعید خدریؓ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ جل جلالہٗ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ تو مجھے کوئی ایسی دعا بتلادے کہ اس کے ساتھ میں تجھے یاد کیا کروں اور دعا کیا کروں وہاں سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ارشاد ہوا، حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ یہ کلمہ تو تیرے سارے ہی بندے کہتے ہیں، میں تو کوئی دعا، یا ذکر مخصوص چاہتا ہوں، وہاں سے ارشاد ہوا کہ موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ان کے آباد کرنے والے میرے سوا یعنی ملائکہ اور ساتوں زمین ایک پلڑہ میں رکھ دیئے جاویں اور دوسرے میں کلمۂ طیبہ رکھ دیا جاوے تو وہی جھک جائے گا،

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص خلاص سے اس کلمہ کو کہے آسمان کے دروازے اس کے لئے فوراً کھل جاتے ہیں، اور عرش تک پہنچنے میں کسی قسم کی روک نہیں ہوتی، .. بشرطیکہ کہنے والا کبائر سے بچے، عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے کہ ضرورتِ عامّہ کی چیز کو کثرت سے مرحمت فرماتے ہیں، دنیا میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اتنی ہی عام ہوتی ہے، مثلاً پانی ہے کہ عام ضرورت کی چیز ہے، حق تعالیٰ شانہٗ کی بے پایاں رحمت نے اس کو کس قدر عام کر رکھا ہے، اور کیمیا جیسی لغو اور بیکار چیز کو عنقا کردیا ہے، اسی طرح کلمۂ طیبہ افضل الذکر ہے، متعدد احادیث میں اس کی تمام اذکار پر افضلیت معلوم ہوتی ہے، اس کو سب سے عام کر رکھا ہے کہ کوئی محروم نہ رہے، پھر بھی اگر کوئی محروم رہے تو اس کی بدبختی ہے، بالجملہ بہت سی احادیث اس کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں جن کو اختصاراً ترک کیا جاتا ہے،

دوسری چیز جس کی کثرت کرنے کو حدیث بالا میں ارشاد فرمایا گیا وہ استغفار ہے احادیث میں استغفار کی بھی بہت ہی فضیلت وارد ہوئی ہے، ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص استغفار کی کثرت رکھتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ ہر تنگی میں اس کیلئے

راستہ نکال دیتے ہیں اور ہر غم سے خلاصی نصیب فرماتے ہیں، اور ایسی طرح روزی پہنچاتے ہیں کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا، ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی گنہگار تو ہوتا ہی ہے، بہترین گنہگار وہ ہے جو توبہ کرتا رہے، ایک حدیث قریب آنے والی ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ایک کالا نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے، اگر توبہ کرتا ہے تو وہ دُھل جاتا ہے ورنہ باقی رہتا ہے،

اس کے بعد حضورؐ نے دو چیز کے مانگنے کا امر فرمایا ہے جن کے بغیر چارہ ہی نہیں، جنّت کا حصول اور دوزخ سے امن، اللہ اپنے فضل سے مجھے بھی مرحمت فرمائے اور تمھیں بھی،

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِیَتْ اُمَّتِیْ خَمْسَ خِصَالٍ فِیْ رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَهُنَّ اُمَّةٌ قَبْلَهُمْ خُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحِیْتَانُ حَتّٰی یُفْطِرُوْا، وَیُزَیِّنُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ یَوْمٍ جَنَّتَهٗ ثُمَّ یَقُوْلُ یُوْشِكُ عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ اَنْ یُّلْقُوْا عَنْهُمُ الْمُؤْنَةَ وَیَصِیْرُوْا اِلَیْكِ وَتُصَفَّدُ فِیْهِ مَرَدَةُ الشَّیَاطِیْنِ فَلَا یَخْلُصُوْا فِیْهِ اِلٰی مَا كَانُوْا یَخْلُصُوْنَ اِلَیْهِ فِیْ غَیْرِهٖ وَ یُغْفَرُ لَهُمْ فِیْ اٰخِرِ لَیْلَةٍ، قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِیَ لَیْلَةُ الْقَدْرِ

ابوہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ میری اُمّت کو رمضان شریف کے بارہ میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملی ہیں ① یہ کہ ان کے مُنہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مُشک سے زیادہ پسندیدہ ہے ② یہ کہ ان کیلئے دریا کی مچھلیاں تک دعاء کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں ③ جنّت ہر روز اُن کیلئے آراستہ کیجاتی ہے پھر حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے دنیا کی مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں ④ اس میں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں اُن بُرائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں ⑤ رمضان کی آخری راتیں

قَالَ لَا وَلٰكِنِ الْعَامِلُ اِنَّمَا يُوَفّٰى اَجْرَهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ،
رواه احمد والبزار والبيهقي ورواه ابو الشيخ بن حبان في كتاب الثواب

روزہ داروں کے لئے مغفرت کی جاتی ہے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دیدی جاتی ہے"

الا ان عنده وتستغفر لهم الملائكة بدل الحيتان (كذا في الترغيب)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں پانچ خصوصیتیں ارشاد فرمائی ہیں جو اس امت کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مخصوص انعام ہوئی اور پہلی اُمت کے روزہ داروں کو مرحمت نہیں ہوئی، کاش ہمیں اس نعمت کی قدر ہوتی، اور اُن خصوصی عطایا کے حصول کی کوشش کرتے،

اوّل یہ کہ روزہ دار کے مُنہ کی بدبُو جو بھوک کی حالت میں ہو جاتی ہے حق تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے، شرّاح حدیث کے اس لفظ کے مطلب میں آٹھ قول ہیں، جن کو مؤطا کی شرح میں بندہ مفصّل نقل کر چکا ہے، مگر بندہ کے نزدیک ان میں سے تین قول راجح ہیں، اوّل یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ آخرت میں اس بدبو کا بدلہ اور ثواب خوشبو سے عطا فرمائیں گے، جو مشک سے زیادہ عمدہ اور دماغ پرور ہوگی، یہ مطلب تو ظاہر ہے اور اس میں کچھ بُعد بھی نہیں، نیز درمنثور کی ایک روایت میں اس کی تصریح بھی ہے اس لئے یہ بمنزلہ متعیّن کے ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت میں جب قبروں سے اٹھیں گے تو یہ علامت ہوگی کہ روزہ دار کے مُنہ سے ایک خوشبو جو مشک سے بھی بہتر ہوگی وہ آئے گی، تیسرا مطلب جو بندہ کی ناقص رائے میں ان دونوں سے اچھا ہے وہ یہ کہ دنیا ہی میں اللہ کے نزدیک اُس بُو کی قدر مُشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے، اور یہ امر باب المحبّت سے ہے، جس کو کسی سے محبّت وتعلّق ہوتا ہے اس کی بدبُو بھی فریفتہ کے لئے ہزار خوشبوؤں سے بہتر ہوا کرتی ہے ؎

اے حافظِ مسکیں چہ کنی مشکِ ختن را ؛ از گیسوئے احمدؐ بستاں عطرِ عدن را

مقصود روزہ دار کا کمال تقرّب ہے کہ بمنزلہ محبوب کے بن جاتا ہے، روزہ حق تعالیٰ

جل شانہٗ کی محبوب ترین عبادتوں میں سے ہے، اسی وجہ سے ارشاد ہے کہ ہر نیک عمل کا بدلہ ملائکہ دیتے ہیں مگر روزہ کا بدلہ میں خود عطا کرتا ہوں اس لئے کہ وہ خالص میرے لئے ہے، بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ لفظ اُجْزٰی بِہٖ ہے یعنی یہ کہ اس کے بدلہ میں میں خود اپنے کو دیتا ہوں، اور محبوب کے ملنے سے زیادہ اونچا بدلہ اور کیا ہو سکتا ہے،

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ساری عبادتوں کا دروازہ روزہ ہے، یعنی روزہ کی وجہ سے قلب منوّر ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے ہر عبادت کی رغبت پیدا ہوتی ہے، مگر جب ہی کہ روزہ بھی روزہ ہو، صرف بھوکا رہنا مراد نہیں، بلکہ آداب کی رعایت رکھ کر جن کا بیان حدیث نمبر ۹ کے ذیل میں مفصل آئے گا،

اس جگہ ایک ضروری مسئلہ قابل تنبیہ یہ ہے کہ اس مُنہ کی بدبو والی حدیثوں کی بنا پر بعض ائمہ روزہ دار کو شام کے وقت مسواک کرنے کو منع کرتے ہیں، حنفیہ کے نزدیک مسواک ہر وقت مستحب ہے، اس لئے کہ مسواک سے دانتوں کی بُو زائل ہوتی ہے، اور حدیث میں جس بُو کا ذکر ہے وہ معدہ کے خالی ہونے کی ہے نہ کہ دانتوں کی، حنفیہ کے دلائل اپنے موقع پر کتبِ فقہ و حدیث میں موجود ہیں،

دُوسری خصوصیت مچھلیوں کے استغفار کرنے کی ہے، اس سے مقصود کثرت سے دعا کرنے والوں کا بیان ہے، متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے، بعض روایات میں ہے کہ ملائکہ اس کے لئے استغفار کرتے ہیں، میرے چچا جان[۱] کا ارشاد ہے کہ مچھلیوں کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (ترجمہ) "جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے حق تعالیٰ شانہٗ ان کے لئے (دنیا ہی میں) محبوبیت فرما دینگے" اور حدیث پاک میں ارشاد ہے جب حق تعالیٰ شانہٗ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام سے ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے فلاں شخص پسند ہے تم بھی اس سے محبت کرو، وہ خود محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان پر آواز دیتے ہیں کہ فلاں بندہ

---

[۱] یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ بانیِ تحریک تبلیغ دین بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی

اللہ کا پسندیدہ ہی، تم سب اس سے محبت کرو، پس اس آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں، اور پھر اس کے لئے زمین پر قبولیت رکھ دی جاتی ہے، اور عام قاعدہ کی بات ہی کہ ہر شخص کی محبت اس کے پاس رہنے والوں کو ہوتی ہے، لیکن اس کی محبت اتنی عام ہوتی ہی کہ آس پاس رہنے والوں ہی کو نہیں بلکہ دریا کے رہنے والے جانوروں کو بھی اس سے محبت ہوتی ہے کہ وہ بھی دُعاء کرتے ہیں اور گویا بر سے متجاوز ہو کر بحر تک پہنچنا محبوبیت کی انتہا ہے، نیز جنگل کے جانوروں کا دعاء کرنا بطریق اولیٰ معلوم ہوگیا،

تیسری خصوصیت جنت کا مزین ہونا ہے، یہ بھی بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے، بعض روایات میں آیا ہے کہ سال کے شروع ہی سے رمضان کے لئے جنت کو آراستہ کرنا شروع ہوجاتا ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص کے آنے کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اتنا ہی پہلے سے اس کا انتظام کیا جاتا ہے، شادی کا اہتمام مہینوں پہلے سے کیا جاتا ہے،

چوتھی خصوصیت سرکش شیاطین کا قید ہوجانا ہے، کہ جس کی وجہ سے معاصی کا زور کم ہوجاتا ہے، رمضان المبارک میں رحمت کے جوش اور عبادت کی کثرت کا مقتضیٰ یہ تھا کہ شیاطین بہکانے میں بہت ہی انتھک کوشش کرتے اور پاؤں چوٹی کا زور ختم کردیتے اور اس وجہ سے معاصی کی کثرت اس مہینہ میں اتنی ہوجاتی کہ حد سے زیادہ، لیکن باوجود اس کے یہ مشاہدہ ہے اور محقق کہ مجموعی طور سے گناہوں میں بہت کمی ہوجاتی ہے، کتنے شرابی کبابی ایسے ہیں کہ رمضان میں خصوصیت سے نہیں پیتے، اور اسی طرح اور بھی گناہوں میں کمی ہوجاتی ہے، لیکن اس کے باوجود گناہ ہوتے ضرور ہیں، مگر ان کے سرزد ہونے سے اس حدیث پاک میں تو کوئی اشکال نہیں، اس لئے کہ اس کا مضمون ہی یہ ہے کہ سرکش شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں، اسی بنا پر اگر وہ گناہ غیر سرکشوں کا اثر ہو تو کچھ خلجان نہیں، البتہ دوسری روایات میں سرکش کی قید بغیر مطلقاً شیاطین کے مقید ہونے کا ارشاد بھی موجود ہے، پس اگر ان روایات سے بھی سرکش شیاطین کا ہی قید ہونا مراد ہے کہ بسا اوقات لفظ مطلق بولا جاتا ہے، مگر دوسری جگہ سے اس کی قیودات معلوم ہوجاتی ہیں، تب بھی کوئی اشکال نہیں رہا، البتہ اگر ان

روایات سے سب شیاطین کا محبوس ہونا مراد ہو تب بھی ان معاصی کے صادر ہونے سے خلجان نہ ہونا چاہیئے، اس لئے کہ اگرچہ معاصی عموماً شیاطین کے اثر سے ہوتے ہیں مگر سال بھر تک اُن کے تلبّس اور اختلاط اور زہریلے اثر کے جماؤ کی وجہ سے نفس ان کے ساتھ اس درجہ مانوس اور متاثر ہو جاتا ہے کہ تھوڑی بہت غیبت محسوس نہیں ہوتی، بلکہ وہی خیالات اپنی طبیعت بن جاتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ بغیر رمضان کے جن لوگوں سے گناہ زیادہ سرزد ہوتے ہیں رمضان میں بھی اُنہی سے زیادہ ترصدور ہوتا ہے، اور آدمی کا نفس چونکہ ساتھ رہتا ہے اسی لئے اس کا اثر ہے،

دوسری بات ایک اور بھی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے، اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ دُھل جاتا ہے ورنہ لگا رہتا ہے، اور اگر دوسری مرتبہ گناہ کرتا ہے تو دوسرا نقطہ لگ جاتا ہے، حتیٰ کہ اس کا قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے، پھر خیر کی بات اس کے قلب تک نہیں پہونچتی، اسی کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے کلام پاک میں کَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اُن کے قلوب زنگ آلود ہوگئے، ایسی صورت میں وہ قلوب اُن گناہوں کی طرف خود متوجہ ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ ایک نوع کے گناہ کو بے تکلف کر لیتے ہیں لیکن اسی جیسا جب کوئی دوسرا گناہ سامنے ہوتا ہے تو قلب کو اس سے انکار ہوتا ہے، مثلاً جو لوگ شراب پیتے ہیں ان کو اگر سُور کھانے کو کہا جائے تو ان کی طبیعت کو نفرت ہوتی ہے، حالانکہ معصیت میں دونوں برابر ہیں، تو اسی طرح جب کہ غیر رمضان میں وہ ان گناہوں کو کرتے رہتے ہیں تو دل ان کے ساتھ رنگے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے رمضان المبارک میں بھی اُنکے سرزد ہونے کے لئے شیاطین کی ضرورت نہیں رہتی،

بالجملہ اگر حدیث پاک سے سب شیاطین کا مقید ہو جانا مراد ہے، تب بھی رمضان المبارک میں گناہوں کے سرزد ہونے سے کچھ اشکال نہیں، اور اگر متمرد اور خبیث شیاطین کا مقید ہونا مراد ہو تب تو کوئی اشکال ہے ہی نہیں، اور بندہ

اللہ کا پسندیدہ ہے، تم سب اس سے محبت کرو، پس اس آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں، اور پھر اس کے لئے زمین پر قبولیت رکھ دی جاتی ہے، اور عام قاعدہ کی بات ہے کہ ہر شخص کی محبت اس کے پاس رہنے والوں کو ہوتی ہے، لیکن اس کی محبت اتنی عام ہوتی ہے کہ آس پاس رہنے والوں ہی کو نہیں بلکہ دریا کے رہنے والے جانوروں کو بھی اس سے محبت ہوتی ہے کہ وہ بھی دعاء کرتے ہیں اور گویا بَر سے متجاوز ہو کر بحر تک پہنچنا محبوبیت کی انتہا ہے، نیز جنگل کے جانوروں کا دعاء کرنا بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا،

تیسری خصوصیت جنت کا مزین ہونا ہے، یہ بھی بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے، بعض روایات میں آیا ہے کہ سال کے شروع ہی سے رمضان کے لئے جنت کو آراستہ کرنا شروع ہو جاتا ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص کے آنے کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اتنا ہی پہلے سے اس کا انتظام کیا جاتا ہے، شادی کا اہتمام مہینوں پہلے سے کیا جاتا ہے،

چوتھی خصوصیت سرکش شیاطین کا قید ہو جانا ہے، کہ جس کی وجہ سے معاصی کا زور کم ہو جاتا ہے، رمضان المبارک میں رحمت کے جوش اور عبادت کی کثرت کا مقتضیٰ یہ تھا کہ شیاطین بہکانے میں بہت ہی انتھک کوشش کرتے اور پاؤں چوٹی کا زور ختم کر دیتے اور اس وجہ سے معاصی کی کثرت اس مہینہ میں اتنی ہو جاتی کہ حد سے زیادہ، لیکن باوجود اس کے یہ مشاہدہ ہے اور محقق کہ مجموعی طور سے گناہوں میں بہت کمی ہو جاتی ہے، کتنے شرابی کبابی ایسے ہیں کہ رمضان میں خصوصیت سے نہیں پیتے، اور اسی طرح اور بھی گناہوں میں کمی ہو جاتی ہے، لیکن اس کے باوجود گناہ ہوتے ضرور ہیں، مگر ان کے سرزد ہونے سے اس حدیث پاک میں تو کوئی اشکال نہیں، اس لئے کہ اس کا مضمون ہی یہ ہے کہ سرکش شیاطین قید کر دیتے جاتے ہیں، اس بناء پر اگر وہ گناہ غیر سرکشوں کا اثر ہو تو کچھ خلجان نہیں، البتہ دوسری روایات میں سرکش کی قید بغیر مطلقاً شیاطین کے مقید ہونے کا ارشاد بھی موجود ہے، پس اگر ان روایات سے بھی سرکش شیاطین کا ہی قید ہونا مراد ہے کہ بسا اوقات لفظ مطلق بولا جاتا ہے، مگر دوسری جگہ سے اس کی قیودات معلوم ہو جاتی ہیں، تب بھی کوئی اشکال نہیں رہا، البتہ اگر ان

روایات سے سب شیاطین کا محبوس ہونا مراد ہو تب بھی ان معاصی کے صادر ہونے سے خلجان نہ ہونا چاہیئے، اس لئے کہ اگرچہ معاصی عموماً شیاطین کے اثر سے ہوتے ہیں مگر سال بھر تک اُن کے تلبّس اور اختلاط اور زہریلے اثر کے جماؤ کی وجہ سے نفس ان کے ساتھ اس درجہ مانوس اور متاثر ہو جاتا ہے کہ تھوڑی بہت غیبت محسوس نہیں ہوتی، بلکہ وہی خیالات اپنی طبیعت بن جاتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ بغیر رمضان کے جن لوگوں سے گناہ زیادہ سرزد ہوتے ہیں رمضان میں بھی انہی سے زیادہ ترصدور ہوتا ہے، اور آدمی کا نفس چونکہ ساتھ رہتا ہے اسی لئے اس کا اثر ہے،

دوسری بات ایک اور بھی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے، اگر وہ سچی توبہ کرلیتا ہے تو وہ دُھل جاتا ہے ورنہ لگا رہتا ہے، اور اگر دوسری مرتبہ گناہ کرتا ہے تو دوسرا نقطہ لگ جاتا ہے، حتیٰ کہ اس کا قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے، پھر خیر کی بات اس کے قلب تک نہیں پہونچتی، اسی کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے کلام پاک میں کَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اُن کے قلوب زنگ آلود ہو گئے، ایسی صورت میں وہ قلوب اُن گناہوں کی طرف خود متوجہ ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ ایک نوع کے گناہ کو بے تکلف کر لیتے ہیں لیکن اسی جیسا جب کوئی دوسرا گناہ سامنے ہوتا ہے تو قلب کو اس سے انکار ہوتا ہے، مثلاً جو لوگ شراب پیتے ہیں ان کو اگر سُور کھانے کو کہا جائے تو ان کی طبیعت کو نفرت ہوتی ہے، حالانکہ معصیت میں دونوں برابر ہیں، تو اسی طرح جب کہ غیر رمضان میں وہ ان گناہوں کو کرتے رہتے ہیں تو دل ان کے ساتھ رنگے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے رمضان المبارک میں بھی اُنکے سرزد ہونے کے لئے شیاطین کی ضرورت نہیں رہتی،

بالجملہ اگر حدیثِ پاک سے سب شیاطین کا مقید ہو جانا مراد ہے، تب بھی رمضان المبارک میں گناہوں کے سرزد ہونے سے کچھ اشکال نہیں، اور اگر متمرّد اور خبیث شیاطین کا مقیّد ہونا مراد ہو تب تو کوئی اشکال ہے ہی نہیں، اور بندہ

نا چیز کے نزدیک یہی توجیہ اولیٰ ہے، اور ہر شخص اس کو غور کر سکتا ہے اور تجربہ کر سکتا ہے کہ رمضان المبارک میں نیکی کرنے کے لئے یا کسی معصیت سے بچنے کے لئے اتنے زور لگانے نہیں پڑتے جتنے کہ غیر رمضان میں پڑتے ہیں، تھوڑی سی ہمت اور توجہ کافی ہو جاتی ہے۔ حضرت مولانا شاہ اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں مختلف لوگوں کے اعتبار سے ہیں، یعنی فساق کے حق میں صرف متمرد شیاطین قید ہوتے ہیں، اور صلحاء کے حق میں مطلقاً ہر قسم کے شیاطین محبوس ہو جاتے ہیں،

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری رات میں سب روزہ داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے، یہ مضمون پہلی روایت میں بھی گزر چکا ہے چونکہ رمضان المبارک کی راتوں میں شب قدر سب سے افضل رات ہے، اس لئے صحابہ کرامؓ نے خیال فرمایا کہ اتنی بڑی فضیلت اسی رات کے لئے ہو سکتی ہے، مگر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے فضائل مستقل علیحدہ چیز ہے، یہ انعام تو ختم رمضان کا ہے،

(٣) عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهٗ قَالَ اِنَّ جِبْرَئِيْلَ عَرَضَ لِيْ فَقَالَ بَعُدَ[۵] مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ قُلْتُ اٰمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ

"کعب بن عجرہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ ہم لوگ حاضر ہو گئے، جب حضورؐ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین، جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین، جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین، جب آپؐ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے (جب

[۵] بضم العین ای عن الخیر وبکسرہا ای ہلک قالہ السخاوی ۱۲

قَالَ بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ قُلْتُ اٰمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرَ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ اٰمِيْنَ،

رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب قال السخاوی رواہ ابن حبان فی ثقاتہ وصححہ والطبرانی فی الکبیر والبخاری فی بر الوالدین لہ والبیہقی فی الشعب وغیرہم ورجالہ ثقات وبسط طرقہ وروی الترمذی

پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو انھوں نے کہا کہ ہلاک ہوجیو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی میں نے کہا آمین، پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انھوں نے کہا ہلاک ہوجیو وہ شخص جس کے سامنے آپؐ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انھوں نے کہا ہلاک ہوجیو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں میں نے کہا آمین"

عن ابی ہریرۃ بمعناہ قال ابن حجر طرقہ کثیرۃ کمافی المرقاۃ۔

فائدہ: اس حدیث میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تین بددعائیں دی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں پر آمین فرمائی، اوّل تو حضرت جبرئیل علیہ السلام جیسے مقرّب فرشتے کی بددعا ہی کیا کم تھی اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین نے تو جتنی سخت بددعا بنادی، وہ ظاہر ہے، اللہ ہی اپنے فضل سے ہم لوگوں کو ان تینوں چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمادیں، اور ان برائیوں سے محفوظ رکھیں، ورنہ ہلاکت میں کیا تردد ہے۔ درّ منثور کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضورؐ سے کہا کہ آمین کہو تو حضورؐ نے فرمایا آمین جس سے اور بھی زیادہ اہتمام معلوم ہوتا ہے،

اوّل وہ شخص کہ جس پر رمضان المبارک گزر جائے اور اس کی بخشش نہ ہو یعنی رمضان المبارک جیسا خیر اور برکت کا زمانہ بھی غفلت اور معاصی میں گزر جائے کہ رمضان المبارک میں مغفرت اور اللہ جل شانہٗ کی رحمت بارش کی طرح برستی ہے،

پس جس شخص پر رمضان المبارک کا مہینہ بھی اسی طرح گزر جائے کہ اس کی بداعمالیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے وہ مغفرت سے محروم رہے تو اس کی مغفرت کے لئے اور کونسا وقت ہوگا اور اس کی ہلاکت میں کیا تأمل ہے، اور مغفرت کی صورت یہ ہے کہ رمضان المبارک کے جو کام ہیں یعنی روزہ تراویح، ان کو نہایت اہتمام سے ادا کرنے کے بعد ہر وقت کثرت کے ساتھ اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کرے،

دوسرا شخص جس کیلئے بددعا کی گئی وہ ہے جس کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو اور وہ درُود نہ پڑھے، اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے، اسی وجہ سے بعض علماء کے نزدیک جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو تو سننے والوں پر درود شریف کا پڑھنا واجب ہو، حدیث بالا کے علاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں اس شخص کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں جس کے سامنے حضورؐ کا تذکرہ ہو اور وہ درود نہ بھیجے، بعض احادیث میں اس کو شقی اور بخیل تر لوگوں میں شمار کیا گیا ہے، نیز جفاکار اور جنّت کا رستہ بھولنے والا حتیٰ کہ جہنّم میں داخل ہونیوالا اور بددین تک فرمایا ہے، یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور نہ دیکھے گا، محققین علماء نے ایسی روایات کی تاویل فرمائی ہو، مگر اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ درود شریف نہ پڑھنے والے کے لئے آپؐ کے ظاہر ارشادات اس قدر سخت ہیں کہ ان کا تحمل دشوار ہے، اور کیوں نہ ہو کہ آپؐ کے احسانات اُمّت پر اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ تحریر و تقریر اُن کا احصاء کرسکے، اس کے علاوہ کہ آپؐ کے حقوق اُمّت پر اس قدر زیادہ ہیں کہ اُن کو دیکھتے ہوئے درود شریف نہ پڑھنے والوں کے حق میں ہر وعید اور تنبیہ بجا اور موزوں معلوم ہوتی ہے، خود درود شریف کے فضائل اس قدر ہیں کہ ان سے محرومی مستقل بدنصیبی ہے، اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوگی کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درُود بھیجے حق تعالیٰ جل شانہٗ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں،

[1] فضائل درود شریف کے متعلق حضرت شیخ کا رسالہ "فضائل درود" مطالعہ فرمائیں،

نیز ملائکہ کا اس کے لئے دُعاء کرنا، گناہوں کا معاف ہونا، درجات کا بلند ہونا، اُحد پہاڑ کے برابر ثواب کا ملنا، شفاعت کا اس کے لئے واجب ہونا وغیرہ وغیرہ امور مزید برآں نیز اللہ جل جلالہٗ کی رضا، اس کی رحمت، اس کے غصہ سے امان، قیامت کے ہول سے نجات، مرنے سے قبل جنت میں اپنے ٹھکانے کا دیکھ لینا وغیرہ بہت سے وعدے درود شریف کی خاص خاص مقداروں پر مقرر فرمائے گئے ہیں، ان سب کے علاوہ درود شریف سے تنگیٔ معیشت اور فقر دُور ہوتا ہے، اللہ اور اس کے رسولؐ کے دربار میں تقرب نصیب ہوتا ہے، دشمنوں پر مدد نصیب ہوتی ہے، اور قلب کی نفاق اور زنگ سے صفائی ہوتی ہے، لوگوں کو اس سے محبت ہوتی ہے، اور بہت سی بشارتیں ہیں جو درود شریف کی کثرت پر احادیث میں وارد ہوئی ہیں، فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بھر میں درود شریف کا پڑھنا عملاً فرض ہے، اور اس پر علماء مذہب کا اتفاق ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے یا نہیں، بعض علماء کے نزدیک ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے اور دوسرے بعض کے نزدیک مستحب، تیسرے وہ شخص جس کے بوڑھے والدین میں سے دونوں یا ایک موجود ہوں اور وہ اُن کی اس قدر خدمت نہ کرے کہ جس کی وجہ سے جنت کا مستحق ہو جاوے، والدین کے حقوق کی بھی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے، علماء نے اُن کے حقوق میں لکھا ہے کہ مباح امور میں اُن کی اطاعت ضروری ہے، نیز یہ بھی لکھا ہے کہ انکی بے ادبی نہ کرے، تکبر سے پیش نہ آئے اگرچہ وہ مشرک ہوں، اپنی آواز کو ان کی آواز سے اونچی نہ کرے، اُن کا نام لیکر نہ پکارے، کسی کام میں اُن سے پیش قدمی نہ کرے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی کرے، اگر قبول نہ کریں تو سلوک کرتا رہے، اور ہدایت کی دعاء کرتا رہے، غرض ہر بات میں اُن کا بہت زیادہ احترام ملحوظ رکھے، ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ باپ ہے تیرا جی چاہے اس کی حفاظت کر یا اس کو ضائع کر دے، ایک صحابی نے حضورؐ سے

دریافت کیا کہ والدین کا کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ تیری جنت ہیں یا جہنم یعنی ان کی رضا جنت ہے اور ناراضگی جہنم ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ مطیع بیٹے کی محبت اور شفقت سے ایک نگاہ والد کی طرف ایک مقبول حج کا ثواب رکھتی ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ شرک کے سوا تمام گناہوں کو جس قدر دل چاہے اللہ معاف فرما دیتے ہیں مگر والدین کی نافرمانی کا مرنے سے قبل دنیا میں بھی وبال پہنچاتے ہیں، ایک صحابی نے عرض کیا کہ میں جہاد میں جانے کا ارادہ کرتا ہوں، حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تیری ماں بھی زندہ ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ ان کی خدمت کر، کہ ان کے قدموں کے نیچے تیرے لئے جنت ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے، اور بھی بہت سی روایات میں اس کا اہتمام اور فضل وارد ہوا ہے، جو لوگ کسی غفلت سے اس میں کوتاہی کر چکے ہیں، اور اب اُن کے والدین موجود نہیں شریعتِ مطہرہ میں اس کی تلافی بھی موجود ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس کے والدین اس حالت میں مر گئے ہوں کہ وہ ان کی نافرمانی کرتا ہو تو اُن کے لئے کثرت سے دُعاء اور استغفار کرنے سے مطیع شمار ہو جاتا ہے، ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بہترین بھلائی باپ کے بعد اس کے ملنے والوں سے حُسنِ سلوک ہے،

عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمًا وَحَضَرَ رَمَضَانُ اَتَاکُمْ رَمَضَانُ شَھْرُ بَرَکَةٍ یَغْشَاکُمُ اللّٰہُ فِیْہِ فَیُنْزِلُ الرَّحْمَةَ وَیَحُطُّ الْخَطَایَا وَیَسْتَجِیْبُ فِیْہِ الدُّعَاءَ یَنْظُرُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی تَنَافُسِکُمْ فِیْہِ وَیُبَاھِیْ بِکُمْ مَلٰٓئِکَتَہٗ فَاَرُوا اللّٰہَ

(۴) حضرت عُبادہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت کا مہینہ ہے، حق تعالیٰ شانہٗ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمتِ خاصہ نازل فرماتے ہیں، خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں، دعاء کو قبول کرتے ہیں، تمھارے تنافس کو دیکھتے ہیں، اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں

مِنْ اَنْفُسِكُمْ خَيْرًا فَاِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ حُرِمَ فِيْهِ رَحْمَةَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ،

پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ، بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہجاے،

رواہ الطبرانی ورواتہ ثقات الّا ان محمّد بن قیس لایحضرنی فیہ جرح ولا تعدیل، (کذا فی الترغیب)

تنافس اس کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی حرص میں کام کیا جائے اور مقابلہ پر دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کام کیا جاوے، تفاخر اور تقابل والے آدیں اور یہاں اپنے اپنے جوہر دکھلاویں، فخر کی بات نہیں تحدیث بالنّعمہ کے طور پر لکھتا ہوں، اپنی نااہلیت سے خود اگرچہ کچھ نہیں کرسکتا مگر اپنے گھرانہ کی عورتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ اکثروں کو اس کا اہتمام رہتا ہے کہ دوسرے سے تلاوت میں بڑھ جاوے، خانگی کاروبار کے ساتھ پندرہ بیس پارے روزانہ بے تکلف پورے کرلیتی ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے قبول فرماویں اور زیادتی کی توفیق عطا فرماویں،

(۵) عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عُتَقَاءَ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ يَعْنِيْ فِيْ رَمَضَانَ وَاِنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ دَعْوَةً مُّسْتَجَابَةً۔ (رواہ البزار- کذا فی الترغیب)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ... رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں سے (جہنّم کے) قیدی چھوڑے جاتے ہیں، اور ہر مسلمان کے لئے ہر شب و روز میں ایک دعاء ضرور قبول ہوتی ہے۔"

فائدہ:۔ بہت سی روایات میں روزہ دار کی دُعاء کا قبول ہونا وارد ہوا ہے، بعض روایات میں آتا ہے کہ افطار کے وقت دُعاء قبول ہوتی ہے، مگر ہم لوگ اس وقت کھانے پر اس طرح گرتے ہیں کہ دُعاء مانگنے کی تو کہاں فرصت خود افطار کی دُعاء بھی یاد نہیں رہتی، افطار کی مشہور دعاء یہ ہے ؛ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ ترجمہ "اے اللہ تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تجھ ہی پر ایمان لایا ہوں اور تجھ ہی پر بھروسہ ہے، تیرے ہی رزق سے افطار کرتا ہوں۔"

حدیث کی کتابوں میں یہ دعاء مختصر ملتی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ افطار کے وقت یہ دُعاء کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْاَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ (ترجمہ) "اے اللہ تیری اس رحمت کے صدقے جو ہر چیز کو شامل ہے، یہ مانگتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرمادے"۔ بعض کتب میں خود حضورؐ سے یہ دعاء منقول ہے یَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اِغْفِرْ لِیْ (ترجمہ) "اے وسیع عطا والے میری مغفرت فرما" اور بھی متعدد دعائیں روایات میں وارد ہوئی ہیں، مگر کسی دعاء کی تخصیص نہیں، اجابتِ دعاء کا وقت ہے، اپنی اپنی ضرورت کے لئے دُعاء فرماویں، یاد آجائے تو اس سیہ کار کو بھی شامل فرمالیں کہ سائل ہوں اور سائل کا حق ہوتا ہے ؎

چشمۂ فیض سے اگر ایک اشارہ ہو جائے ؛ لطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہو جائے

(٦) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ اَلصَّآئِمُ حَتّٰی یُفْطِرَ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَیُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَیَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ۔ (رواہ احمد فی حدیث والترمذی وحسنہ وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحھا، کذا فی الترغیب)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دُعاء رد نہیں ہوتی، ایک روزہ دار کی افطار کے وقت تک، دوسرے عادل بادشاہ کی دُعاء، تیسرے مظلوم کی دعاء، جس کو حق تعالیٰ شانہٗ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں، اور آسمان کے دروازے اس کیلئے کھول دیئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا، گو (کسی مصلحت سے) دیر ہو جائے"۔

فائدہ:- درمنثور میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے جب رمضان آتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا تھا، اور نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا، اور دعاء میں بہت عاجزی فرماتے تھے، اور خوف غالب ہو جاتا تھا، دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ رمضان کے ختم تک بستر پر تشریف نہیں لاتے تھے، ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان میں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو حکم فرمادیتے

ہیں کہ اپنی اپنی عبادت چھوڑ دو، اور روزہ داروں کی دُعاء پر آمین کہا کرو،
بہت سی روایات سے رمضان کی دعاء کا خصوصیت سے قبول ہونا معلوم ہوتا ہے، اور یہ بے تردّد بات ہے کہ جب اللہ کا وعدہ ہے اور سچے رسولؐ کا نقل کیا ہوا ہے تو اس کے پورا ہونے میں کچھ تردّد نہیں، لیکن اس کے بعد بھی بعض لوگ کسی غرض کے لئے دعاء کرتے ہیں مگر وہ کام نہیں ہوتا تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ دُعاء قبول نہیں ہوئی، بلکہ دُعاء کے قبول ہونے کے معنی سمجھ لینا چاہیئے،
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان دعاء کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دُعاء نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور ملتی ہے، یا خود وہی چیز ملتی ہے جس کی دُعاء کی، یا اس کے بدلہ میں کوئی بُرائی یا مصیبت اس سے ہٹادی جاتی ہے، یا آخرت میں اسی قدر ثواب اس کے حصہ میں لگا دیا جاتا ہے،
ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بندہ کو بلا کر ارشاد فرمائیں گے کہ اے میرے بندے! میں نے تجھے دعاء کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا، تو نے مجھ سے دُعاء مانگی تھی؟ وہ عرض کرے گا کہ مانگی تھی، اس پر ارشاد ہوگا کہ تو نے کوئی دعاء ایسی نہیں کی جس کو میں نے قبول نہ کیا ہو، تو نے فلاں دعاء مانگی تھی کہ فلاں تکلیف ہٹادی جاوے، میں نے اس کو دنیا میں پورا کر دیا تھا، اور فلاں غم کے دفع ہونے کے لئے دُعاء کی تھی مگر اس کا اثر کچھ تجھے معلوم نہیں ہوا، میں نے اس کے بدلہ میں فلاں اجر و ثواب تیرے لئے متعیّن کیا،
حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر ہر دُعاء یاد کرائی جاوے گی اور اس کا دنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اس کا عوض بتلایا جاوے گا.... اس اجر و ثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اس کی تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی بھی دُعاء پوری نہ ہوئی ہوتی کہ یہاں اس کا اس قدر اجر ملتا،
غرض دعاء نہایت ہی اہم چیز ہے اس کی طرف سے غفلت بڑے سخت نقصان

اور خسارہ کی بات ہی، اور ظاہر میں اگر قبول کے آثار نہ دیکھیں تو بددل نہ ہونا چاہیئے، اس رسالہ کے ختم پر جو لمبی حدیث آرہی ہو اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی حق تعالیٰ شانہٗ بندہ ہی کے مصالح پر نظر فرماتے ہیں، اگر اس کے لئے اس چیز کا عطا فرمانا مصلحت ہوتا ہے تو مرحمت فرماتے ہیں ورنہ نہیں، یہ بھی اللہ کا بڑا احسان ہو کہ ہم لوگ بسا اوقات اپنی نافہمی سے ایسی چیز مانگتے ہیں جو ہمارے مناسب نہیں ہوتی،

اس کے ساتھ دوسری ضروری اور اہم بات قابلِ لحاظ یہ ہو کہ بہت سے مرد اور عورتیں تو خاص طور سے اس مرض میں مبتلا ہیں کہ بسا اوقات غصّہ اور رنج میں اولاد وغیرہ کو بددعا دیتے ہیں، یاد رکھیں کہ اللہ جل شانہٗ کے عالی دربار میں بعض اوقات ایسے خاص قبولیت کے ہوتے ہیں کہ جو مانگو مل جاتا ہے، یہ احمق غصّہ میں اوّل تو اولاد کو کوستی ہیں، اور جب وہ مرجاتی ہے یا کسی مصیبت میں مبتلا ہوجاتی ہے تو پھر روتی پھرتی ہیں، اور اس کا خیال بھی نہیں آتا کہ یہ مصیبت خود ہی اپنی بددُعا سے مانگی ہے،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی جانوں اور اپنی اولاد کو نیز مال اور خادموں کو بددعا نہ دیا کرو، مبادا اللہ کے کسی ایسے خاص وقت میں واقع ہوجائے جو قبولیت کا ہے، بالخصوص رمضان المبارک کا تمام مہینہ تو بہت ہی خاص وقت ہے، اس میں اہتمام سے بچنے کی کوشش اشد ضروری ہے،

حضرت عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رمضان المبارک میں اللہ کو یاد کرنیوالا شخص بخشا بخشایا ہی، اور اللہ سے مانگنے والا نامراد نہیں رہتا، ابن مسعودؓ کی ایک روایت سے ترغیب میں نقل کیا ہے کہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی پکارتا ہے کہ اے خیر کے تلاش کرنے والے متوجّہ ہو اور آگے بڑھ، اور اے بُرائی کے طلبگار! بس کر اور آنکھیں کھول، اس کے بعد وہ فرشتہ کہتا ہی کوئی مغفرت کا چاہنے والا ہی کہ اس کی مغفرت کی جائے، کوئی توبہ کرنیوالا ہی کہ اس کی توبہ قبول

کی جائے، کوئی دُعا کرنیوالا ہے کہ اس کی دُعا قبول کی جائے، کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے، اس سب کے بعد یہ امر بھی نہایت ضروری اور قابلِ لحاظ ہے کہ دُعا کے قبول ہونے کے لئے کچھ شرائط بھی وارد ہوئی ہیں کہ اُن کے فوت ہونے سے بسا اوقات دُعا رد کردی جاتی ہے منجملہ اُن کے حرام غذا ہے، کہ اس کی وجہ سے بھی دُعا رد ہوجاتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے پریشان حال آسمان کی طرف ہاتھ کھینچ کر دُعا مانگتے ہیں، اور یا رب یا رب کرتے ہیں، مگر کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، ایسی حالت میں کہاں دُعا قبول ہوسکتی ہے،

مؤرخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعاء لوگوں کی ایک جماعت تھی، جب کوئی حاکم اُن پر مسلط ہوتا اس کے لئے بد دُعا کرتے، وہ ہلاک ہوجاتا، حجّاج ظالم کا جب وہاں تسلط ہوا تو اس نے ایک دعوت کی، جس میں اُن حضرات کو خاص طور سے شریک کیا، اور جب کھانے سے فارغ ہوچکے تو اس نے کہا میں ان لوگوں کی بد دُعا سے محفوظ ہوگیا کہ حرام کی روزی اُن کے پیٹ میں داخل ہوگئی،

اس کے ساتھ ہمارے زمانہ کی حلال روزی پر بھی ایک نگاہ ڈالی جائے جہاں ہر وقت سود تک کے جواز کی کوششیں جاری ہوں، ملازمین رشوت کو اور تاجر دھوکہ دینے کو بہتر سمجھتے ہوں

(۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الْمُتَسَحِّرِیْنَ،

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ اور اس کے فرشتے سحری کھانیوالوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور ان کو دُعا دیتے ہیں،،

(رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب)

فائدہ:- کس قدر اللہ جل جلالہٗ کا انعام واحسان ہے کہ روزہ کی برکت سے اس سے پہلے کھانے کو جس کو سحری کہتے ہیں اُمّت کے لئے ثواب کی چیز بنادیا اور اس میں بھی مسلمانوں کو اجر دیا جاتا ہے، بہت سی احادیث میں سحر کھانے کی فضیلت اور اجر کا ذکر ہے، علامہ عینی نے سترہ صحابہ سے اس کی فضیلت کی احادیث نقل کی ہیں، اور اس کے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، بہت سے لوگ کاہلی کی وجہ سے اس

فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں، اور بعض لوگ تراویح پڑھ کر کھانا کھا کر سو جاتے ہیں، اور وہ اس کے ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں، اس لئے کہ لغت میں سحر اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے قریب کھایا جائے، جیسا کہ قاموس نے لکھا ہے، بعض نے لکھا ہے کہ آدھی رات سے اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے (مرقاۃ) صاحبِ کشاف نے اخیر کے چھٹے حصہ کو بتلایا ہے، یعنی تمام رات کو چھ حصوں پر تقسیم کر کے اخیر کا حصہ، مثلاً اگر غروبِ آفتاب سے طلوعِ صبح صادق تک ۱۲ گھنٹے ہوں تو اخیر کے دو گھنٹے سحر کا وقت ہے، اور ان میں بھی تاخیر اولیٰ ہے، بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ روزہ میں شک ہونے لگے، سحر کی فضیلت بہت سی احادیث میں آئی ہے،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمارے اور اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے روزہ میں سحری کھانے سے فرق ہوتا ہے کہ وہ سحری نہیں کھاتے، ایک جگہ ارشاد ہے کہ سحری کھایا کرو کہ اس میں برکت ہے، ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین چیزوں میں برکت ہے، جماعت میں اور ثرید میں اور سحری کھانے میں، اس حدیث میں جماعت سے عام مراد ہے، نماز کی جماعت اور ہر وہ کام جس کو مسلمانوں کی جماعت مل کر کرے کہ اللہ کی مدد اس کے ساتھ فرمائی گئی ہے، اور ثرید گوشت میں پکی ہوئی روٹی کہلاتی ہے، جو نہایت لذیذ کھانا ہوتا ہے، تیسرے سحری، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابی کو اپنے ساتھ سحر کھلانے کے لئے بلاتے تو ارشاد فرماتے کہ آؤ برکت کا کھانا کھالو۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سحری کھا کر روزہ پر قوت حاصل کرو اور دوپہر کو سو کر اخیر شب کے اٹھنے پر مدد چاہا کرو، عبد اللہ بن حارث ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ آپؐ سحری نوش فرما رہے تھے، آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایک برکت کی چیز ہے جو اللہ نے تم کو عطا فرمائی ہے اس کو مت چھوڑنا۔

حضورؐ نے متعدد روایات میں سحور کی ترغیب فرمائی ہے، حتیٰ کہ ارشاد ہے کہ اور کچھ نہ ہو تو ایک چھوارہ ہی کھالے، یا ایک گھونٹ پانی ہی پی لے، اس لئے روزہ داروں کو اس ہم خرما و ہم ثواب کا خاص طور سے اہتمام کرنا چاہئے، کہ اپنی راحت، اپنا نفع،

اور مفت کا ثواب، مگر اتنا ضروری ہے کہ افراط و تفریط ہر چیز میں مضر ہے، اس لئے نہ اتنا کم کھاوے کہ عبادات میں ضعف محسوس ہونے لگے اور نہ اتنا زیادہ کھاوے کہ دن بھر کھٹی ڈکاریں آتی رہیں، خود ان احادیث میں بھی بہت کھانے کی ممانعت آئی ہے،

حافظ ابن حجرؒ بخاری کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ سحری کی برکات مختلف وجوہ سے ہیں، اتباعِ سنّت، اہل کتاب کی مخالفت کہ وہ سحری نہیں کھاتے اور ہم لوگ حتّٰی الوسع ان کی مخالفت کے مامور ہیں، نیز عبادت پر قوّت، عبادت میں دلبستگی کی زیادتی، نیز شدّتِ بھوک سے اکثر بد خلقی پیدا ہو جاتی ہے، اس کی مدافعت، اس وقت کوئی ضرورت مند سائل آجاوے تو اس کی اعانت، کوئی پڑوس میں غریب فقیر ہو اس کی مدد، یہ وقت خصوصیت سے قبولیتِ دعاء کا ہے، سحری کی بدولت دعاء کی توفیق ہو جاتی ہے، اس وقت میں ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے،

ابن دقیق العیدؒ کہتے ہیں کہ صوفیاء کو سحور کے مسئلہ میں کلام ہے کہ وہ مقصدِ روزہ کے خلاف ہے، اس لئے کہ مقصدِ روزہ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کو توڑنا ہے اور سحر کھانا اس مقصد کے خلاف ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ مقدار میں اتنا کھانا کہ یہ مصلحت بالکلیہ فوت ہو جائے یہ تو بہتر نہیں، اس کے علاوہ حسبِ حیثیت و ضرورت مختلف ہوتا رہتا ہے، بندہ کے ناقص خیال میں اس بارہ میں قولِ فیصل بھی یہی ہے کہ اصل سحور و افطار میں تقلیل ہے، مگر حسبِ ضرورت اس میں تغیر ہو جاتا ہے، مثلاً طلبہ کی جماعت کہ اُن کے لئے تقلیلِ طعام منافعِ صوم کے حاصل ہونے کے ساتھ تحصیلِ علم کی مضرت کو شامل ہے، اس لئے اُن کے لئے بہتر یہ ہے کہ تقلیل نہ کریں، کہ علمِ دین کی اہمیّت شریعت میں بہت زیادہ ہے، اسی طرح ذاکرین کی جماعت علیٰ ہذا، دوسری جماعتیں جو تقلیلِ طعام کی وجہ سے کسی دینی کام میں اہمیّت کے ساتھ مشغول نہ ہو سکیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جہاد کو جاتے ہوئے اعلان فرمادیا کہ سفر میں روزہ نیکی نہیں، حالانکہ رمضان المبارک کا روزہ تھا، مگر اس جگہ جہاد کا تقابل آپڑا تھا، البتہ جس جگہ کسی ایسے دینی کام میں جو

روزہ سے زیادہ اہم ہو، ضعف اور کسل پیدا نہ ہو، وہاں تقلیلِ طعام ہی مناسب ہے،
شرح اقناع میں علامہ شعرانی سے نقل کیا ہے کہ ہم سے اس پر عہد لئے گئے کہ پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائیں، بالخصوص رمضان المبارک کی راتوں میں، بہتر یہ ہے کہ رمضان کے کھانے میں غیر رمضان سے کچھ تقلیل کرے، اس لئے کہ افطار وسحر میں جو شخص پیٹ بھر کر کھائے اس کا روزہ ہی کیا ہے، مشائخؒ نے کہا ہے کہ جو شخص رمضان میں بھوکا رہے آئندہ رمضان تک تمام سال شیاطین کے زور سے محفوظ رہتا ہے، اور بھی بہت سے مشائخ سے اس باب میں شدت منقول ہے،
شرح احیا میں عوارف سے نقل کیا ہے کہ سہل بن عبداللہ تستریؒ پندرہ روز میں ایک مرتبہ کھانا تناول فرماتے تھے، اور رمضان المبارک میں ایک لقمہ، البتہ روزانہ اتباعِ سنت کی وجہ سے محض پانی سے روزہ افطار فرماتے تھے، حضرت جنیدؒ ہمیشہ روزہ رکھتے، لیکن (اللہ والے) دوستوں میں سے کوئی آتا تو اس کی وجہ سے روزہ افطار فرماتے، اور فرمایا کرتے تھے کہ (ایسے) دوستوں کے ساتھ کھانے کی فضیلت روزہ کی فضیلت سے کم نہیں،
اور بھی سلف کے ہزاروں واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ کھانے کی کمی کے ساتھ نفس کی تادیب کرتے تھے، مگر شرط وہی ہے کہ اس کی وجہ سے اور دینی اہم امور میں نقصان نہ ہو،

(۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ،

"حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی نہ ملا"،

(رواہ ابن ماجة واللفظ له والنسائی وابن خزیمة فی صحیحه والحاکم وقال علی شرط البخاری ذکر لفظهما المنذری فی الترغیب بمعناه)

فائدہ:- علماء کے اس حدیث کی شرح میں چند اقوال ہیں، اوّل یہ کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو دن بھر روزہ رکھ کر مالِ حرام سے افطار کرتا ہے کہ جتنا ثواب روزہ کا ہوا تھا اس سے زیادہ گناہ حرام مال کھانے کا ہو گیا اور دن بھر بھوکا رہنے کے سوا اور کچھ نہ ملا، دوسرے یہ کہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ رکھتا ہے لیکن غیبت میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے جس کا بیان آگے آ رہا ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ روزہ کے اندر گناہ وغیرہ سے احتراز نہیں کرتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جامع ہوتے ہیں، یہ سب صورتیں اس میں داخل ہیں اور ان کے علاوہ بھی،

اسی طرح جاگنے کا حال ہے کہ رات بھر شب بیداری کی مگر تفریحاً تھوڑی سی غیبت یا کوئی اور حماقت بھی کر لی تو وہ سارا جاگنا بیکار ہو گیا، مثلاً صبح کی نماز ہی قضا کر دی یا محض ریا اور شہرت کے لئے جاگا تو وہ بیکار ہے،

(۹) عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الصِّیَامُ جُنَّۃٌ مَّا لَمْ یَخْرِقْھَا، (رواہ النسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ والحاکم وصححہ علی شرط البخاری والفاظھم مختلفۃ کذا فی الترغیب)

حضور کا ارشاد ہے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے،

فائدہ:- ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے، اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ روزہ حفاظت ہے اللہ کے عذاب سے، دوسری روایت میں ہے کہ روزہ جہنم سے حفاظت ہے، ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے، ان دونوں روایتوں میں اور اسی طرح اور بھی متعدد روایات میں روزہ میں اس قسم کے امور سے بچنے کی تاکید آئی ہے، اور روزہ کا گویا ضائع کر دینا اس کو قرار دیا ہے، ہمارے اس زمانہ میں روزہ کے کاٹنے کے لئے مشغلہ اس کو قرار دیا جاتا ہے کہ واہی تباہی میری تیری باتیں شروع کر دی جائیں، بعض علماء کے نزدیک جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

یہ دونوں چیزیں ان حضرات کے نزدیک ایسی ہیں جیسے کہ کھانا پینا وغیرہ، سب روزہ کو توڑنے والی اشیاء ہیں، جمہور کے نزدیک اگرچہ روزہ ٹوٹتا نہیں، مگر روزہ کے برکات جاتے رہنے سے تو کسی کو بھی انکار نہیں،

مشائخ نے روزہ کے آداب میں چھ امور تحریر فرمائے ہیں کہ روزہ دار کو ان کا اہتمام ضروری ہے، اوّل نگاہ کی حفاظت کہ کسی بے محل جگہ پر نہ پڑے، حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ بیوی پر بھی شہوت کی نگاہ نہ پڑے، پھر اجنبی کا کیا ذکر، اور اسی طرح کسی لہو و لعب وغیرہ ناجائز جگہ نہ پڑے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اس سے اللہ کے خوف کی وجہ سے بچ رہے، حق تعالیٰ جلّ شانہٗ اس کو ایسا نورِ ایمانی نصیب فرماتے ہیں جس کی حلاوت اور لذّت قلب میں محسوس کرتا ہے، صوفیا نے بے محل کی تفسیر یہ کی ہے کہ ہر ایسی چیز کا دیکھنا اس میں داخل ہے جو دل کو حق تعالیٰ جلّ شانہٗ سے ہٹا کر کسی دوسری طرف متوجہ کر دے،

دوسری چیز زبان کی حفاظت ہے، جھوٹ، چغلخوری، لغو، بکواس، غیبت، بدگوئی بدکلامی، جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں، بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے، اس لئے روزہ دار کو چاہیئے کہ زبان سے کوئی فحش بات یا جہالت کی بات مثلاً تمسخر، جھگڑا وغیرہ نہ کرے، اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تو کہہ دے کہ میرا روزہ ہے، یعنی دوسرے کی ابتداء کرنے پر بھی اُس سے نہ اُلجھے، اگر وہ سمجھنے والا ہو تو اس سے کہہ دے کہ میرا روزہ ہے، اور اگر وہ بیوقوف ناسمجھ ہو تو اپنے دل کو سمجھا دے کہ تیرا روزہ ہے، تجھے ایسی لغویات کا جواب مناسب نہیں، بالخصوص غیبت اور جھوٹ سے تو بہت ہی احتراز ضروری ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ۲ دو عورتوں نے روزہ رکھا، روزہ میں اس شدّت سے بھوک لگی کہ ناقابلِ برداشت بن گئی، ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں، صحابہ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضورؐ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور اُن دونوں کو اس میں

قے کرنے کا حکم فرمایا دونوں نے قے کی تو اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا، لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ انھوں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا، اور حرام چیزوں کو کھایا، کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں،

اس حدیث سے ایک مضمون اور بھی مترشح ہوتا ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے روزہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے، حتّٰی کہ وہ دونوں عورتیں روزہ کی وجہ سے مرنے کے قریب ہوگئیں، اسی طرح اور بھی گناہوں کا حال ہے، اور تجربہ اس کی تائید کرتا ہے کہ روزہ میں اکثر متقی لوگوں پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا، اور فاسق لوگوں کی اکثر بُری حالت ہوتی ہے، اس لئے اگر یہ چاہیں کہ روزہ نہ لگے تب بھی اس کی بہتر صورت یہ ہو کہ گناہوں سے اس حالت میں احتراز کریں، بالخصوص غیبت سے جس کو لوگوں نے روزہ کاٹنے کا مشغلہ تجویز کر رکھا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے کلام پاک میں غیبت کو اپنے بھائی کے مردار گوشت سے تعبیر فرمایا ہے، اور احادیث میں بھی بکثرت اس قسم کے واقعات ارشاد فرمائے گئے ہیں، جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کا حقیقتاً گوشت کھایا جاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو، انھوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمھارے دانتوں کو لگ رہا ہے، معلوم ہوا کہ اُن کی غیبت کی تھی، اللہ تعالیٰ اپنے حفظ میں رکھے، کہ ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں، عوام کا ذکر نہیں خواص مبتلا ہیں، اُن لوگوں کو چھوڑ کر جو دنیا دار کہلاتے ہیں، دینداروں کی مجلس بھی بالعموم اس سے کم خالی ہوتی ہیں، اس سے بڑھ کر یہ ہی کہ اکثر اس کو غیبت بھی نہیں سمجھا جاتا ہے، اگر اپنے یا کسی کے دل میں کچھ کھٹکا بھی پیدا ہو تو اس پر اظہارِ واقعہ کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ غیبت کیا چیز ہے؟

حضورؐ نے فرمایا کہ کسی کے پسِ پشت ایسی بات کرنی جو اُسے ناگوار ہو، سائل نے پوچھا کہ اگر اس میں واقعۃً وہ بات موجود ہو جو کہی گئی؟ حضورؐ نے فرمایا جب ہی تو غیبت ہی، اگر واقعۃً موجود نہ ہو تب تو بہتان ہے، ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے، ایک کو لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے، دوسرے کو پیشاب سے احتیاط نہ کرنیکی وجہ سے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سُود کے ستّر سے زیادہ باب ہیں، سب سے سہل اور ہلکا درجہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے، اور ایک درہم سود کا ۳۵ زنا سے زیادہ سخت ہی اور بدترین سود اور سب سے خبیث ترین سود مسلمان کی آبروریزی ہے،

احادیث میں غیبت اور مسلمان کی آبروریزی پر سخت سے سخت وعیدیں آئی ہیں میرا دل چاہتا تھا کہ ان میں سے کچھ معتدبہ روایات جمع کروں، اس لئے کہ ہماری مجلسیں اس سے بہت ہی زیادہ پُر رہتی ہیں، مگر مضمون دوسرا ہی، اس لئے اسی قدر پر کفایت کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اس بلا سے محفوظ فرمائیں اور بزرگوں اور دوستوں کی دُعاء سے مجھ سیہ کار کو بھی محفوظ فرمائیں کہ باطنی امراض میں کثرت سے مبتلا ہوں ؎

کبر ونخوت جہل وغفلت حقد وکینہ بدظنی ؛ کذب وبدعہدی ریاء وبغض وغیبت دشمنی

کون بیماری ہی یارب جو نہیں مجھ میں ہوتی ؛ عَافِنِیْ مِنْ کُلِّ دَاءٍ وَّاقْضِ عَنِّیْ حَاجَتِیْ

اِنَّ لِیْ قَلْبًا سَلِیْمًا اَنْتَ شَافٍ لِّلْعَلِیْلِ

تیسری چیز جس کا روزہ دار کو اہتمام ضروری ہے وہ کان کی حفاظت ہی ہر مکروہ چیز سے جس کا کہنا اور زبان سے نکالنا ناجائز ہے، اس کی طرف کان لگانا اور سننا بھی ناجائز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غیبت کا کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں،

چوتھی چیز باقی اعضاء بدن مثلاً ہاتھ کا ناجائز چیز کے پکڑنے سے، پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے سے روکنا، اور اسی طرح اور باقی اعضاء بدن کا، اسی طرح پیٹ کا افطار کے وقت مشتبہ چیز سے محفوظ رکھنا، جو شخص روزہ رکھ کر حرام مال سے افطار کرتا ہی

اس کا حال اس شخص کا سا ہے کہ کسی مرض کے لئے دوا کرتا ہے مگر اس میں تھوڑا سا سنکھیا بھی ملا لیتا ہے کہ اس مرض کے لئے تو وہ دوا مفید ہو جائے گی مگر یہ زہر ساتھ ہی ہلاک بھی کر دے گا،

پانچویں چیز افطار کے وقت حلال مال سے بھی اتنا زیادہ نہ کھانا کہ شکم سیر ہو جاوے اس لئے کہ روزہ کی غرض اس سے فوت ہو جاتی ہے، مقصود روزہ سے قوتِ شہوانیہ اور بہیمیہ کا کم کرنا ہے، اور قوتِ نورانیہ اور ملکیہ کا بڑھانا ہے، گیارہ مہینہ تک بہت کچھ کھایا ہے اگر ایک مہینہ اس میں کچھ کمی ہو جائے گی تو کیا جان نکلی جاتی ہے، مگر ہم لوگوں کا حال ہے کہ افطار کے وقت تلافی مافات میں اور سحر کے وقت حفظِ ماتقدم میں اتنی زیادہ مقدار کھا لیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے اور بغیر روزہ کی حالت کے اتنی مقدار کھانیکی نوبت بھی نہیں آتی، رمضان المبارک بھی ہم لوگوں کے لئے خوید کا کام دیتا ہے، علامہ غزالیؒ لکھتے ہیں کہ روزہ کی غرض یعنی قہر ابلیس اور شہوتِ نفسانیہ کا توڑنا کیسے حاصل ہو سکتا ہے، اگر آدمی افطار کے وقت اس مقدار کی تلافی کرلے جو فوت ہوئی، حقیقتاً ہم لوگ بجز اس کے کہ اپنے کھانے کے اوقات بدل دیتے ہیں اس کے سوا کچھ بھی کمی نہیں کرتے، بلکہ اور زیادتی مختلف انواع کی کر جاتے ہیں، جو بغیر رمضان کے میسر نہیں ہوتی، لوگوں کی عادت کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ عمدہ عمدہ اشیاء رمضان کیلئے رکھتے ہیں اور نفس دن بھر کے فاقہ کے بعد جب ان پر پڑتا ہے تو خوب زیادہ سیر ہو کر کھاتا ہے، تو قوتِ شہوانیہ بجائے ضعیف ہونے کے اور بھڑک اٹھتی ہے، اور جوش میں آجاتی ہے، اور مقصد کے خلاف ہو جاتا ہے، روزہ کے اندر مختلف اغراض اور فوائد اور اس کے مشروع ہونے سے مختلف منافع مقصود ہیں وہ سب جب ہی حاصل ہو سکتے ہیں جب کچھ بھوکا رہے، بڑا نفع تو یہی ہے جو معلوم ہو چکا، یعنی شہوتوں کا توڑنا، یہ بھی اسی پر موقوف ہے کہ کچھ وقت بھوک کی حالت میں گزرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شیطان آدمی کے بدن میں خون کی طرح چلتا ہے، اس کے راستوں کو بھوک سے بند کرو، تمام اعضاء کا سیر ہونا نفس کے بھوکا

رہنے پر موقوف ہی جب نفس بھوکا رہتا ہے تو تمام اعضا سیر رہتے ہیں اور جب نفس سیر ہوتا ہے تو تمام اعضا بھوکے رہتے ہیں، دوسری غرض روزہ سے فقراء کے ساتھ تشبّہ اور ان کے حال پر نظر ہے وہ بھی جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب سحر میں معدہ کو دودھ حلیبی سے اتنا نہ بھرے کہ شام تک بھوک ہی نہ لگے، فقراء کے ساتھ مشابہت جب ہی ہو سکتی ہے جب کچھ وقت بھوک کی بے تابی کا بھی گزرے،

بشر حافیؒ کے پاس ایک شخص گئے وہ سردی میں کانپ رہے تھے اور کپڑے پاس رکھے ہوئے تھے انھوں نے پوچھا کہ یہ وقت کپڑے نکالنے کا ہے؟ فرمایا کہ فقراء بہت ہیں اور مجھ میں اُن کی ہمدردی کی طاقت نہیں، اتنی ہمدردی کرلوں کہ میں بھی اُن جیسا ہو جاؤں، مشائخ صوفیہ نے عامۃً اس پر تنبیہ فرمائی ہے اور فقہاء نے بھی اس کی تصریح کی، صاحب مراقی الفلاح لکھتے ہیں کہ سحور میں زیادتی نہ کرے، جیسا کہ متنعم لوگوں کی عادت ہی، کہ یہ غرض کو فوت کر دیتا ہے، علّامہ طحطاوی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ غرض کا مقصود یہ ہی کہ بھوک کی تلخی کچھ محسوس ہو تاکہ زیادتی ثواب کا سبب ہو اور مساکین و فقراء پر ترس آسکے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی کہ حق تعالیٰ جل شانہ، کو کسی برتن کا بھرنا اس قدر ناپسند نہیں ہی جتنا کہ پیٹ کا پُر ہونا ناپسند ہے، ایک جگہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی کے لئے چند لقمے کافی ہیں جن سے کمر سیدھی رہے، اگر کوئی شخص بالکل کھانے پر تُل جائے تو اس سے زیادہ نہیں کہ ایک تہائی پیٹ کھانے کے لئے رکھے اور تہائی پینے کے لئے اور ایک تہائی خالی، آخر کوئی تو بات تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی روز تک مسلسل لگاتار روزہ رکھتے تھے کہ درمیان میں کچھ بھی نوش نہیں فرماتے تھے، میں نے اپنے آقا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کو پورے رمضان المبارک دیکھا ہی کہ افطار و سحر دونوں وقت کی مقدار تقریباً ڈیڑھ چپاتی سے زیادہ نہیں ہوتی تھی، کوئی خادم عرض بھی کرتا تو فرماتے کہ بھوک نہیں ہوتی، دوستوں کے خیال سے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں،

اور اس سے بڑھ کر حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سُنا ہے کہ کئی کئی دن مسلسل ایسے گذر جاتے تھے کہ تمام شب کی مقدار سحر و افطار بے دُودھ کی چاء کے چند فنجان کے سوا کچھ نہ ہوتی تھی، ایک مرتبہ حضرت کے مخلص خادم حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب مدظلہ نے لجاجت سے عرض کیا کہ ضعف بہت ہو جائے گا حضرت کچھ تناول ہی نہیں فرماتے، تو حضرتؒ نے فرمایا کہ الحمد للہ جنّت کا لُطف حاصل ہو رہا ہے، حق تعالیٰ ہم سیہ کاروں کو بھی ان پاک ہستیوں کا اتّباع نصیب فرماویں تو نہے نصیب، مولانا سعدیؒ کہتے ہیں ؎

ندارند تن پروراں آگہی ؎ کہ پُر معدہ باشد زحکمت تہی

چھٹی چیز جس کا لحاظ روزہ دار کے لئے ضروری فرماتے ہیں یہ ہے کہ روزہ کے بعد اس سے ڈرتے رہنا بھی ضروری ہے کہ نہ معلوم یہ روزہ قابلِ قبول ہے یا نہیں، اور اسی طرح ہر عبادت کے ختم پر کہ نہ معلوم کوئی لغزش جس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا ایسی تو نہیں ہو گئی جس کی وجہ سے یہ مُنہ پر مار دیا جاوے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ہیں کہ قرآن پاک اُن کو لعنت کرتا رہتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن لوگوں کا اوّلین وہلہ میں فیصلہ ہوگا (ان کے منجملہ) ایک شہید ہوگا جس کو بلایا جائیگا اور اللہ کے جو جو انعام دنیا میں اس پر ہوتے تھے وہ اس کو جتائے جاویں گے وہ اُن سب نعمتوں کا اقرار کرے گا، اس کے بعد اس سے پُوچھا جائیگا کہ ان نعمتوں میں کیا حقِ ادائیگی کی، وہ عرض کرے گا کہ تیرے راستہ میں قتال کیا حتّٰی کہ شہید ہو گیا ارشاد ہوگا کہ جھُوٹ ہے، بلکہ قتال اس لئے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں، سو کہا جا چکا، اس کے بعد حکم ہوگا اور مُنہ کے بَل کھینچ کر جہنّم میں پھینک دیا جائے گا،

؎ حضرت مولانا رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اجلّ خلفاء میں سے تھے، رائپور (انڈیا) ہی میں قیام رہتا تھا، افسوس! شاہ عبد القادر صاحبؒ بھی ۱۵ ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ میں جمعرات کے روز لاہور میں وفات پا گئے (ناشر)

ایسے ہی ایک علم کو بلایا جائیگا اس کو بھی اسی طرح سے اللہ کے انعامات جتلا کر پوچھا جاویگا کہ ان انعامات کے بدلہ میں کیا کارگذاری ہے؟ وہ عرض کریگا کہ علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کی خاطر تلاوت کی، ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے، یہ اس لئے کیا گیا تھا کہ لوگ علامہ کہیں، سو کہا جا چکا، اس کو بھی حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائیگا، اسی طرح ایک دولتمند بلایا جائیگا اس سے انعاماتِ الٰہی شمار کرانے اور اقرار لینے کے بعد پوچھا جائیگا کہ اللہ کی ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ کوئی خیر کا راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں میں نے کچھ خرچ نہ کیا ہو، ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے، یہ اس لئے کیا گیا تھا کہ لوگ سخی کہیں، سو کہا جا چکا اس کو بھی حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا،

اللہ محفوظ فرمائیں کہ یہ سب بدنیتی کے ثمرات ہیں، اس قسم کے بہت سے واقعات احادیث میں مذکور ہیں، اس لئے روزہ دار کو اپنی نیت کی حفاظت کے ساتھ اس سے خائف بھی رہنا چاہئے اور دعا بھی کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کو اپنی رضا کا سبب بنالیں، مگر ساتھ ہی یہ بھی امر قابل لحاظ ہے کہ اپنے عمل کو قابلِ قبول نہ سمجھنا امر آخر اور کریم آقا کے لطف پر نگاہ امر آخر ہے اس کے لطف کے انداز بالکل نرالے ہیں معصیت پر بھی کبھی ثواب دیدیتے ہیں، تو پھر کوتاہی عمل کا کیا ذکر ہے

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز خرام نیست ٭ بسیار شیوہاست بتاں را کہ نام نیست

یہ چھ چیزیں عام صلحاء کے لئے ضروری بتلائی جاتی ہیں، خواص اور مقربین کے لئے ان کے ساتھ ایک ساتویں چیز کا بھی اضافہ فرماتے ہیں کہ دل کو اللہ کے سوا کسی چیز کی طرف بھی متوجہ نہ ہونے دے، حتیٰ کہ روزہ کی حالت میں اس کا خیال اور تدبیر کہ افطار کے لئے کوئی چیز ہے یا نہیں یہ بھی خطا فرماتے ہیں، بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ روزہ میں شام کو افطار کے لئے کسی چیز کے حاصل کرنے کا قصد بھی خطاء ہے، اس لئے کہ یہ اللہ کے وعدۂ رزق پر اعتماد کی کمی ہے،

شرح احیاء میں بعض مشائخ کا قصہ لکھا ہے کہ اگر افطار کے وقت سے پہلے کوئی چیز کہیں سے آجاتی تھی تو اس کو کسی دوسرے کو دیدیتے تھے، مبادا دل کو

اس کی طرف التفات ہو جائے اور توکل میں کسی قسم کی کمی ہو جاوے مگر یہ امور بڑے لوگوں کیلئے ہیں، ہم لوگوں کو ان امور کی ہوس کرنا بھی بے محل ہے، اور اس حالت پر پہنچے بغیر اس کو اختیار کرنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، مفسرین نے لکھا ہے کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ میں آدمی کے ہر جز پر روزہ فرض کیا گیا ہے، پس زبان کا روزہ جھوٹ وغیرہ سے بچنا ہی، اور کان کا روزہ ناجائز چیزوں کے سننے سے احتراز، آنکھ کا روزہ لہو و لعب کی چیزوں سے احتراز ہی' اور ایسے ہی باقی اعضا حتّٰی کہ نفس کا روزہ حرص و شہوتوں سے بچنا، دل کا روزہ حُبِّ دنیا سے خالی رکھنا، رُوح کا روزہ آخرت کی لذتوں سے بھی احترازا ور سِرِّ خاص کا روزہ غیر اللہ کے وجود سے بھی احتراز ہے،

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ رُخْصَةٍ وَّلَا مَرَضٍ لَمْ یَقْضِهٖ صَوْمُ الدَّهْرِ کُلِّهٖ وَاِنْ صَامَهٗ،

(۱۰) "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص (قصداً) بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کر دے غیر رمضان کا روزہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہو سکتا"۔

(رواہ احمد والترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ والدارمی والبخاری فی ترجمۃ باب کذا فی المشکوٰۃ قلت وبسط الکلام علیٰ طرقہ العینی فی شرح البخاری)

فائدہ:۔ بعض علماء کا مذہب جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ وغیرہ حضرات بھی ہیں، اس حدیث کی بناء پر یہ ہی کہ جس نے رمضان المبارک کے روزہ کو بلا وجہ کھو دیا اس کی قضا ہو ہی نہیں سکتی چاہے عمر بھر روزے رکھتا رہے، مگر جمہور فقہاء کے نزدیک اگر رمضان کا روزہ رکھا ہی نہیں تو ایک روزہ کے بدلے ایک روزہ سے قضا ہو جائیگی، اور اگر روزہ رکھ کر توڑ دیا تو قضا کے ایک روزہ کے علاوہ دو مہینے کے روزے کفارہ کے ادا کرنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے، البتہ وہ برکت اور فضیلت جو رمضان المبارک کی ہی ہاتھ نہیں آسکتی، اور اس حدیث پاک کا مطلب یہی ہی کہ وہ برکت ہاتھ نہیں آسکتی کہ جو رمضان شریف میں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی ہے

یہ سب کچھ اس حالت میں ہو کہ بعد میں قضا بھی کرے، اور اگر سرے سے رکھے ہی نہیں جیسا کہ اس زمانہ کے بعض فسّاق کی حالت ہو تو اس کی گمراہی کا کیا پوچھنا روزہ ارکانِ اسلام میں سے ایک رُکن ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ارشاد فرمائی ہے، سب سے اوّل توحید و رسالت کا اقرار اس کے بعد اسلام کے چاروں مشہور رکن نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، کتنے مسلمان ہیں جو مردم شماری میں مسلمان شمار ہوتے ہیں، لیکن ان پانچوں میں سے ایک کے بھی کرنیوالے نہیں، سرکاری کاغذات میں وہ مسلمان لکھے جائیں مگر اللہ کی فہرست میں وہ مسلمان شمار نہیں ہو سکتے، حتّٰی کہ حضرت ابنِ عباس رضؓ کی روایت میں ہو کہ اسلام کی بنیاد تین چیز پر ہی، کلمۂ شہادت اور نماز، روزہ، جو شخص ان میں سے ایک بھی چھوڑ دے وہ کافر ہو اس کا خون کر دینا حلال ہی، علماء نے ان جیسی روایات کو انکار کے ساتھ مقید کیا ہو یا کوئی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے انکار نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ایسے لوگوں کے بارے میں سخت سے سخت وارد ہوئے ہیں، فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی کرنیوالوں کو اللہ کے قہر سے بہت ہی زیادہ ڈرنے کی ضرورت ہو کہ موت سے کسی کو چارہ نہیں، دنیا کی عیش و عشرت بہت جلد چھوٹنے والی چیز ہے، کار آمد چیز صرف اللہ کی اطاعت ہی، بہت سے جاہل تو اتنے ہی پر کفایت کرتے ہیں کہ روزہ نہیں رکھتے، لیکن بہت سے بددین زبان سے بھی اس قسم کے الفاظ بک دیتے ہیں کہ جو کفر تک پہنچا دیتے ہیں مثلاً روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو، یا ہمیں بھوکا مارنے سے اللہ کو کیا مل جاتا ہے وغیرہ وغیرہ، اس قسم کے الفاظ سے بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور بہت غور و اہتمام سے ایک مسئلہ سمجھ لینا چاہیئے، کہ دین کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا تمسخر اور مذاق اڑانا بھی کفر ہے، اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے کبھی بھی روزہ نہ رکھے، اسی طرح اور کوئی فرض ادا نہ کرے بشرطیکہ اس کا منکر نہ ہو وہ کافر نہیں جس فرض کو ادا نہیں کرتا اس کا گناہ ہوتا ہے، اور جو اعمال ادا کرتا ہو اُن کا اجر ملتا ہے، لیکن دین کی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ بات کا تمسخر بھی کفر ہی جس سے

اور بھی تمام عمر کے نماز روزہ، نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، بہت زیادہ قابلِ لحاظ امر ہے، اس لئے روزہ کیمتعلق بھی کوئی ایسا لفظ ہرگز نہ کہے اور اگر تمسخر وغیرہ نہ کرے تب بھی بغیر عذر افطار کرنیوالا فاسق ہے حتّٰی کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جو شخص رمضان میں علی الاعلان بغیر عذر کے کھاوے اس کو قتل کیا جاوے، لیکن قتل پر اگر اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے قدرت نہ ہو کہ یہ کام امیر المؤمنین کا ہے تو اس فرض سے کوئی بھی سبکدوش نہیں کہ اس کی اس ناپاک حرکت پر اظہارِ نفرت کرے اور اس سے کم تو ایمان کا کوئی درجہ ہی نہیں کہ اس کو دل سے بُرا سمجھے حق تعالیٰ شانہ اپنے مطیع بندوں کے طفیل سے مجھے بھی نیک اعمال کی توفیق نصیب فرماویں کہ سب سے زیادہ کوتاہی کرنیوالوں میں ہوں، فصل اوّل میں دس حدیثیں ہیں، ماننے والے کیلئے ایک بھی کافی ہی چہ جائیکہ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ اور نہ ماننے والے کیلئے جتنا بھی لکھا جائے بیکار ہی حق تعالیٰ شانہ سب مسلمانوں کو عمل کی توفیق نصیب فرماویں،

فصل ثانی شب قدر کے بیان میں

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہی جو بہت ہی برکت اور خیر کی رات ہی، کلام پاک میں اس کو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا ہی، ہزار مہینے کے ۸۳ برس چار ماہ ہوتے ہیں، خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس رات کی عبادت نصیب ہو جاوے، کہ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گذار دے اس نے گویا ۸۳ برس ۴ ماہ سے زیادہ زمانہ کو عبادت میں گزار دیا، اور اس زیادتی کا بھی حال معلوم نہیں کہ ہزار مہینے سے کتنے ماہ زیادہ افضل ہی، اللہ جل شانہ کا حقیقتاً بہت ہی بڑا انعام ہی کہ قدردانوں کے لئے یہ ایک بے نہایت نعمت مرحمت فرمائی،

دُرِّ منثور میں حضرت انس رضؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ شب قدر حق تعالیٰ جلّ شانہ نے میری اُمّت کو مرحمت فرمائی ہے، پہلی امّتوں کو نہیں ملی، اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا؟ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی اُمّتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوئی ہیں اور

آپ کی اُمّت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں، اگر وہ نیک اعمال میں اُن کی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن، اس سے اللہ کے لاڈلے نبی کو رنج ہوا، اس کی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی، کہ اگر کسی خوش نصیب کو دس راتیں بھی نصیب ہو جاویں اور ان کو عبادت میں گذار دے تو گویا آٹھ سو تینتیس برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ کامل عبادت میں گذار دیا، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینہ تک اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا رہا صحابہؓ کو اس پر رشک آیا تو اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اس کی تلافی کے لئے اس رات کا نزول فرمایا ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا، حضرت ایوبؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت حزقیلؑ، حضرت یوشعؑ کہ ۸۰، ۸۰ برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حیرت ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی،

اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں، اس قسم کے اختلاف روایات کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو ہر واقعہ کی طرف نسبت ہو سکتی ہے، بہرحال سببِ نزول جو بھی کچھ ہوا ہو لیکن امّتِ محمدیہ کے لئے یہ اللہ جل شانہٗ کا بہت ہی بڑا انعام ہے، یہ رات بھی اللہ ہی کا عطیہ ہے، اور اس میں عمل بھی اسی کی توفیق سے میسّر ہوتا ہے، ورنہ ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل ؎ کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

کس قدر قابلِ رشک ہیں وہ مشائخ جو فرماتے ہیں کہ بلوغ کے بعد سے مجھ سے شب قدر کی عبادت کبھی فوت نہیں ہوئی، البتہ اس رات کی تعیین میں علماء امّت کے درمیان میں بہت ہی کچھ اختلاف ہے، تقریباً پچاس کے قریب اقوال ہیں، سب کا احاطہ دشوار ہے، البتہ مشہور اقوال کا ذکر عنقریب آنے والا ہے، کتب احادیث میں اس رات کی فضیلت مختلف انواع اور متعدد روایات سے وارد ہوئی ہے، جن میں سے

بعض کا ذکر آتا ہے، مگر چونکہ اس رات کی فضیلت خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے اور مستقل ایک سورۃ اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس لئے مناسب ہے کہ اوّل اس سورۃ شریفہ کی تفسیر لکھ دی جائے، ترجمہ حضرت اقدس حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی تفسیر بیان القرآن سے ماخوذ ہے اور فوائد دوسری کتب سے،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ۔ "بیشک ہم نے قرآن پاک کو شب قدر میں اُتارا ہے"

(ف) یعنی قرآن پاک لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اسی رات میں اُترا ہے، یہی ایک بات اس رات کی فضیلت کیلئے کافی تھی، کہ قرآن پاک جیسی عظمت والی چیز اس میں نازل ہوئی، چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سے برکات و فضائل شامل ہوگئے ہوں، آگے زیادتی شوق کے لئے ارشاد فرماتے ہیں وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ۔ "آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے"، یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں، اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ۔ "شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے"۔ یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جسقدر ثواب ہے، اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَۃُ۔ "اس رات میں فرشتے اُترتے ہیں"۔

علامہ رازیؒ لکھتے ہیں کہ ملائکہ نے جب ابتدا میں تجھے دیکھا تھا تو تجھ سے نفرت ظاہر کی تھی اور بارگاہ عالی میں عرض کیا تھا کہ ایسی چیز کو آپ پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں فساد کرے اور خون بہاوے، اس کے بعد والدین نے جب تجھے اوّل دیکھا تھا جب کہ تو منی کا قطرہ تھا تو تجھ سے نفرت کی تھی، حتیٰ کہ کپڑے کو اگر لگ جاتا تو کپڑے کو دھونے کی نوبت آتی، لیکن جب حق تعالیٰ شانہٗ نے اس قطرہ کو بہتر صورت مرحمت فرمادی، تو والدین کو بھی شفقت اور پیار کی نوبت آئی، اور آج جب کہ توفیقِ الٰہی سے تو شب قدر میں معرفتِ الٰہی اور طاعتِ ربانی

میں مشغول ہو تو ملائکہ بھی اپنے اس فقرہ کی معذرت کرنیکے لئے اُترتے ہیں، وَالرُّوْحُ فِيْهَا، "اور اس رات میں روح القدس" یعنی حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نازل ہوتے ہیں، روح کے معنی میں مفسرین کے چند قول ہیں، جمہور کا یہی قول ہے، جو اوپر لکھا گیا کہ اس سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں، علامہ رازیؒ نے لکھا ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے، اور حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت کی وجہ سے ملائکہ کے ذکر کے بعد خاص طور سے ان کا ذکر فرمایا بعض کا قول ہے کہ رُوح سے مراد ایک بہت بڑا فرشتہ ہے کہ تمام آسمان و زمین اس کے سامنے ایک لقمہ کے بقدر ہیں، بعضوں کا قول ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کی ایک مخصوص جماعت ہے جو اور فرشتوں کو بھی صرف لیلۃ القدر ہی میں نظر آتے ہیں، چوتھا قول یہ ہے کہ یہ اللہ کی کوئی مخصوص مخلوق ہے، جو کھاتے پیتے ہیں مگر نہ فرشتے ہیں نہ انسان، پانچواں یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں، جو امّتِ محمدیہ کے کارنامے دیکھنے کے لئے ملائکہ کے ساتھ اُترتے ہیں، چھٹا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے، یعنی اس رات میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور اُن کے بعد میری رحمت خاص نازل ہوتی ہے، ان کے علاوہ اور بھی چند اقوال ہیں مگر مشہور قول پہلا ہی ہے سُننِ بیہقی میں حضرت انسؓ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ شبِ قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ اُترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں مشغول دیکھتے ہیں اس کے لئے رحمت کی دعاء کرتے ہیں، بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ "اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امرِ خیر کو لیکر زمین کی طرف اُترتے ہیں"، مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی اور اسی رات میں آدمؑ کا مادّہ جمع ہونا شروع ہوا، اسی رات میں جنّت میں درخت لگائے گئے اور دُعاء وغیرہ کا قبول ہونا تو بکثرت روایات میں وارد ہے،

درِّ منثور کی ایک روایت میں ہے کہ اسی رات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے، اور اسی رات میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی، سَلٰمٌ ۔ "وہ رات سراپا سلام ہے"، یعنی تمام رات ملائکہ کی طرف سے مؤمنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فوج آتی ہے دوسری جاتی ہے، جیسا کہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے،

یا یہ مراد ہو کہ یہ رات سراپا سلامتی ہے، شر و فساد وغیرہ سے امن ہو۔ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ "وہ رات (انہی برکات کیساتھ) تمام رات طلوعِ فجر تک رہتی ہو" یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو، بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے، اس سورۂ شریفہ کے ذکر کے بعد کہ خود اللہ جل جلالہ کے کلامِ پاک میں اس رات کی کئی نوع کی فضیلتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں، احادیث کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی لیکن احادیث میں بھی اس کی فضیلت بکثرت وارد ہوئی ہو، ان میں سے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کیلئے) کھڑا ہو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"

(کذا فی الترغیب عن البخاری و مسلم)

فائدہ: کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہو کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی اور عبادت تلاوت اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہو کہ ریا وغیرہ کسی بدنیتی سے کھڑا نہ ہو، بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو، خطابی رح کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہو کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو، بوجھ سمجھ کر بددلی کے ساتھ نہیں، اور کھلی ہوئی بات ہو کہ جس قدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہو گا اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہو گا، یہی وجہ ہے کہ جو شخص قربِ الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا چلا جاتا ہے عبادت میں انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے، نیز یہ معلوم ہو جانا بھی ضروری ہو کہ حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہوتے ہیں، اس لئے کہ قرآن پاک میں جہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے اُن کو اِلَّا مَنْ تَابَ کے ساتھ ذکر کیا ہو، اسی بناء پر علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا، پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہو، علماء اس کو صغائر کے

ساتھ مقید فرمایا کرتے ہیں،

میرے والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ وبرّد مضجعہٗ کا ارشاد ہے کہ احادیث میں صغائر کی قید دو وجہ سے مذکور نہیں ہوتی، اوّل تو یہ کہ مسلمان کی شان یہ ہے ہی نہیں کہ اس کے ذمہ کبیرہ گناہ ہو، کیونکہ جب کبیرہ گناہ اس سے صادر ہو جاتا ہے تو مسلمانی کی اصل شان یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک چین ہی نہ آوے جبتک کہ اس گناہ سے توبہ نہ کرلے، دوسری وجہ یہ ہے کہ جب اس قسم کے مواقع ہوتے ہیں مثلاً لیلۃ القدر ہی میں جب کوئی شخص بامید ثواب عبادت کرتا ہے تو اپنی بد اعمالیوں پر ندامت اُس کے لئے گویا لازم ہے اور ہو ہی جاتی ہے، اس لئے توبہ کا تحقق خود بخود ہو جاتا ہے کہ توبہ کی حقیقت گزشتہ پر ندامت اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص کبائر کا مرتکب بھی ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ لیلۃ القدر ہو یا کوئی اور اجابت کا موقع ہو اپنی بد اعمالیوں سے سچے دل سے پختگی کے ساتھ دل و زبان سے توبہ بھی کرلے تاکہ اللہ کی رحمتِ کاملہ متوجہ ہو اور صغیرہ ہر طرح کے گناہ معاف ہو جاویں، اور یاد آجاوے تو اس سیہ کار کو بھی اپنی مخلصانہ دعاؤں میں یاد فرمالیں،

(۳) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا مَحْرُوْمٌ۔ (رواه ابن ماجة واسناده حسن انشاء الله كذا فى الترغيب وفى المشكوٰة عنه الا كل محروم)۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا، گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقتاً محروم ہی ہے،،

فائدہ: حقیقۃً اس کی محرومی میں کیا تامل ہے جو اس قدر بڑی نعمت کو ہاتھ سے کھو دے، ریلوے ملازم چند کوڑیوں کی خاطر رات رات بھر جاگتے ہیں، اگر اسّی برس کی

عبادت کی خاطر کوئی ایک مہینہ تک رات میں جاگ لے تو کیا دقت ہے، اصل یہ ہے کہ دل میں تڑپ ہی نہیں، اگر ذرا سا چسکہ پڑ جائے تو پھر ایک رات کیا سینکڑوں راتیں جاگی جا سکتی ہیں ؎

اُلفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو ؛ ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

آخر کوئی تو بات تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود ساری بشارتوں اور وعدوں کے جن کا آپؐ کو یقین تھا پھر اتنی لمبی نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں ورم کر جاتے تھے، انہی کے نام لیوا اور اُمتی آخر ہم بھی کہلاتے ہیں، ہاں جن لوگوں نے ان اُمور کی قدر کی وہ سب کچھ کر گئے، اور نمونہ بن کر اُمت کو دکھلا گئے، کہنے والوں کو یہ موقع بھی نہیں رہا کہ حضورؐ کی حرص کون کر سکتا ہے اور کس سے ہو سکتی ہے، دل میں سما جانے کی بات ہے کہ چاہنے والے کے لئے دودھ کی نہر پہاڑ سے کھودنی بھی مشکل نہیں ہوتی، مگر یہ بات کسی کی جوتیاں سیدھی کئے بغیر مشکل سے حاصل ہوتی ہے ؎

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی ؛ نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینہ میں

آخر کیا بات تھی کہ حضرت عمرؓ عشاء کی نماز کے بعد گھر میں تشریف لیجاتے اور صبح تک نماز میں گزار دیتے تھے، حضرت عثمانؓ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز میں گذار دیتے، صرف رات کے اول حصہ میں تھوڑا سا سوتے تھے، رات کی ایک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے شرح احیاء میں ابو طالب مکی سے نقل کیا ہے کہ چالیسؔ تابعین سے بطریق تواتر یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کی وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے، حضرت شدادؓ رات کو لیٹتے اور تمام رات کروٹیں بدل کر صبح کر دیتے اور کہتے یا اللہ آگ کے ڈر نے میری نیند اڑا دی، اسود بن یزیدؒ رمضان میں مغرب عشاء کے درمیان تھوڑی دیر سوتے اور بس، سعید بن المسیبؒ کے متعلق منقول ہے کہ پچاسؔ برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی، صلۃ بن اشیم رات بھر نماز پڑھتے اور صبح کو یہ دعاء کرتے کہ یا اللہ میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ جنت مانگوں صرف اتنی درخواست ہے کہ آگ سے بچا دیجیو، حضرت قتادہؓ تمام رمضان تو ہر تین رات میں ایک ختم فرماتے مگر عشرۂ اخیرہ میں ہر رات میں ایک قرآن ختم کرتے، امام ابو حنیفہ رحؒ کا چالیسؔ سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز

پڑھنا اتنا مشہور و معروف ہے کہ اس سے انکار تاریخ کے اعتماد کو ہٹاتا ہے، جب اُن سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ قوت کس طرح حاصل ہوئی؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے ناموں کے طفیل ایک مخصوص طریق پر دُعاء کی تھی، صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سوتے اور فرماتے کہ حدیث میں قیلولہ کا ارشاد ہے گویا دوپہر کے سونے میں بھی اتباعِ سنّت کا ارادہ ہوتا، قرآن شریف پڑھتے ہوئے اتنا روتے کہ پڑوسیوں کو ترس آنے لگتا تھا، ایک مرتبہ ساری رات اس آیت کو پڑھتے اور روتے گذار دی بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ الخ (سورۂ قمر، ع ۳)

ابراہیم بن ادہمؒ رمضان المبارک میں نہ تو دن کو سوتے نہ رات کو، امام شافعیؒ رمضان المبارک میں دن رات کی نمازوں میں ساٹھ قرآن شریف ختم کرتے، اور ان کے علاوہ سینکڑوں کے واقعات ہیں جنھوں نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ پر عمل کر کے بتلا دیا کہ کرنے والے کے لئے کچھ مشکل نہیں، یہ سلف کے واقعات ہیں، اب بھی کرنے والے موجود ہیں، اس درجہ کا مجاہدہ نہ سہی مگر اپنے زمانہ کے موافق اپنی طاقت و قدرت کے موافق نمونۂ سلف اب بھی موجود ہیں،

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچّا اقتداء کرنے والے اس دورِ فساد میں بھی موجود ہیں نہ راحت و آرام انہماکِ عبادت سے مانع ہوتا ہے نہ دنیوی مشاغل سدِّ راہ ہوتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ جلّ جلالہ کا ارشاد ہے اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا، میں تیرے سینہ کو غناء سے بھر دوں گا، اور تیرے فقر کو بند کر دوں گا، ورنہ تیرے سینہ کو مشاغل سے بھر دوں گا اور فقر زائل نہیں ہو گا، روزمرّہ کے مشاہدات اس سچّے ارشاد کے شاہد عدل ہیں،

(۳) عَنْ أَنَسٍ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ قَاعِدٍ يَّذْكُرُ اللهَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور اس شخص کیلئے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور عبادت میں مشغول ہے، دعاءِ رحمت

عزّ وجلّ فاذا کان یوم عیدہم یعنی یوم فطرہم باھی بہم ملٰئکتہ فقال یا ملائکتی ما جزاء اجیر وفّی عملہ قالوا ربّنا جزاءہ ان یوفّی اجرہ قال ملائکتی عبیدی وامائی قضوا فریضتی علیہم ثمّ خرجوا یعجّون الی الدعاء وعزّتی وجلالی وکرمی وعلوّی وارتفاع مکانی لاجیبنّہم فیقول ارجعوا فقد غفرت لکم وبدّلت سیّاٰتکم حسنات قال فیرجعون مغفورًا لہم، (رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ)

کرتے ہیں اور جب عیدالفطر کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ جلّ شانہٗ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں (اس لئے کہ انھوں نے آدمیوں پر طعن کیا تھا) اور اُن سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کر دے کیا بدلہ ہے، وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی اجرت پوری دیدی جائے، تو ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتو! میرے غلاموں نے اور باندیوں نے میرے فریضہ کو پورا کر دیا، پھر دُعاء کے ساتھ چلّاتے ہوئے (عیدگاہ کی طرف) نکلے ہیں، میری عزّت کی قسم! میرے جلال کی قسم! میری بخشش کی قسم، میرے علوِّ شان کی قسم! میرے بلندیِ مرتبہ کی قسم! کہ میں ان لوگوں کی دعاء ضرور قبول کروں گا پھر اُن لوگوں کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ تمھارے گناہ معاف کر دیئے ہیں، اور تمھاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے پس یہ لوگ عیدگاہ سے ایسے حال میں لوٹتے ہیں کہ اُن کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں"

فائدہ: حضرت جبرئیلؑ کا ملائکہ کے ساتھ آنا خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا اور بہت سی احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے، رسالہ کی سب سے اخیر حدیث میں اس کا مفصّل ذکر آرہا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ تمام فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ ہر ذاکر و شاغل کے گھر جاویں اور ان سے مصافحہ کریں، غالیۃ المواعظ میں حضرت اقدس شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی غنیہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبرئیلؑ کے کہنے سے

ؑ بالنصب وقیل بالرفع کذا فی المرقاۃ ۱۲

منتفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مؤمن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ کرنے کیلئے وہاں نہ جاتے ہوں، لیکن اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتّا یا سُور ہو یا حرام کاری کی وجہ سے جُنبی یا تصویر ہو۔ مسلمانوں کے کتنے ہی گھر ایسے ہیں جن میں خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں، اور اللہ کی اتنی بڑی نعمتِ رحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں، تصویر لٹکانے والا ایک آدھ ہوتا ہے مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے رکنے کا سبب بنکر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے،

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (مشکوٰۃ عن البخاری)

(۴) "حضرت عائشہ رضؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو"

فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک اخیر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے عام ہے کہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا، اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شب قدر کی تلاش ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ راتوں میں کرنا چاہئے، اگر مہینہ ۲۹ کا ہو تب بھی اخیر عشرہ یہی کہلاتا ہے، مگر ابن حزم کی رائے ہے کہ عشرہ کے معنی دس کے ہیں، لہٰذا اگر تیس کا چاند رمضان المبارک کا ہو تب تو یہی، لیکن اگر ۲۹ کا ہو تو اس صورت میں اخیر عشرہ بیسویں شب سے شروع ہوتا ہے اور اس صورت میں وتر راتیں یہ ہوں گی ۲۰، ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۲۸، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر ہی کی تلاش میں رمضان المبارک کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، اور وہ بالاتفاق اکیسویں شب سے شروع ہوتا تھا، اس لئے بھی جمہور کا قول کہ اکیسویں رات سے طاق راتوں میں قوی احتمال ہے زیادہ راجح ہے، اگرچہ احتمال اور راتوں میں بھی ہے، اور دونوں قولوں پر تلاش جب ممکن ہے کہ بیسویں شب سے لیکر عید کی رات تک ہر رات میں جاگتا رہے اور شب قدر کی فکر میں لگا رہے، دس گیارہ راتیں کوئی ایسی اہم یا مشکل چیز نہیں جنکو جاگ کر گذار دینا اس شخص کیلئے کچھ مشکل ہو جو ثواب کی امید رکھتا ہے ؎

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال ۔ صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ ؓ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُخْبِرَنَا بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَکُمْ بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی فُلَانٌ وَّ فُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا لَّکُمْ فَالْتَمِسُوْھَا فِی التَّاسِعَۃِ وَ السَّابِعَۃِ وَالْخَامِسَۃِ ،
(مشکوٰۃ عن البخاری)

(۵) حضرت عبادہ ؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرمادیں مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، حضور ؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا کہ جس کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو، لہٰذا اب اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔"

فائدہ:۔ اس حدیث میں تین مضمون قابلِ غور ہیں، امرِ اول جو سب سے اہم ہے وہ جھگڑا ہے جو اس قدر سخت بری چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے شبِ قدر کی تعیین اٹھالی گئی، اور صرف یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہیں نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ سب سے افضل چیز بتلاؤں؟ صحابہ ؓ نے عرض کیا کہ ضرور، حضور ؐ نے فرمایا کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے، اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈنے والی ہے" یعنی جیسے استرے سے سر کے بال ایکدم صاف ہو جاتے ہیں، آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہو جاتا ہے،

دنیا داروں کا کیا ذکر جب کہ بہت سے لمبی لمبی تسبیحیں پڑھنے والے دین کے دعویدار بھی ہر وقت آپس کی لڑائی میں مبتلا رہتے ہیں، اول حضور ؐ کے ارشاد کو غور سے دیکھیں اور پھر اپنے اس دین کی فکر کریں جس کے گھمنڈ میں صلح کے لئے جھکنے کی توفیق نہیں ہوتی، فصل اول میں روزہ کے آداب میں گزر چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی آبروریزی کو بدترین سود اور خبیث ترین سود ارشاد

فرمایا ہے لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کی آبرو کی پرواہ کرتے ہیں نہ اللہ اور اس کے سچے رسول کے ارشادات کا خیال، خود اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا الآیہ "اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جاوے گی" (بیان القرآن) آج وہ لوگ جو ہر وقت دوسروں کا وقار گھٹانے کی فکر میں رہتے ہیں تنہائی میں بیٹھ کر غور کریں کہ خود وہ اپنے وقار کو کتنا صدمہ پہنچا رہے ہیں، اور اپنی ان ناپاک اور کمینہ حرکتوں سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کتنے ذلیل ہو رہے ہیں اور پھر دنیا کی ذلت بدیہی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ چھوٹ چھٹاؤ رکھے اگر اس حالت میں مر گیا تو سیدھا جہنم میں جاوے گا،

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر پیر و جمعرات کے دن اللہ کی حضوری میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کی رحمت سے (نیک اعمال کی بدولت) مشرکوں کے علاوہ اوروں کی مغفرت ہوتی رہتی ہے، مگر جن دو میں جھگڑا ہوتا ہے ان کی مغفرت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان کو چھوڑے رکھو جب تک صلح نہ ہو، ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ ہر پیر و جمعرات کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے، اس میں توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول ہوتی ہے، اور استغفار کرنے والوں کی استغفار قبول کی جاتی ہے، مگر آپس میں لڑنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے کہ شب برات میں اللہ کی رحمت عامہ خلقت کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور ذرا ذرا سے بہانہ سے) مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے، مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی، ایک کافر دوسرا وہ جو کسی سے کینہ رکھے، ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین شخص ہیں کہ جن کی نماز قبولیت کے لئے ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی جن میں آپس کے لڑنے والے بھی فرمائے ہیں،

یہ جگہ ان روایات کے احاطہ کی نہیں، مگر چند روایات اس لئے لکھدی ہیں کہ ہم لوگوں میں عوام کا ذکر نہیں خواص میں اور ان لوگوں میں جو شرفاء کہلاتے ہیں، دیندار سمجھے جاتے ہیں ان کی مجالس، ان کے مجامع، ان کی تقریبات اس کمینہ حرکت سے لبریز ہیں، فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ،

ان سب کے بعد یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہی کہ یہ سب دنیوی دشمنی اور عداوت پر ہے، اگر کسی شخص کے فسق کی وجہ سے یا کسی دینی امر کی حمایت کی وجہ سے ترکِ تعلّق کرے تو جائز ہے، حضرت ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ کا ارشاد نقل فرمایا تو ان کے ایک بیٹے نے اس پر ایسا لفظ کہہ دیا جو صورۃً حدیث پر اعتراض تھا، حضرت ابن عمرؓ مرتے تک اُن سے نہیں بولے، اور بھی اس قسم کے واقعات صحابۂ کرامؓ کے ثابت ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ شانہٗ دانا و بینا ہیں قلوب کے حال کو اچھی طرح جاننے والے ہیں اس سے خوب واقف ہیں کہ کونسا ترکِ تعلق دین کی خاطر ہے اور کونسا اپنی وجاہت اور کسرِ شان اور بڑائی کی وجہ سے ہے، ویسے تو ہر شخص اپنے کینہ اور بغض کو دین کی طرف منسوب کر ہی سکتا ہے،

دوسرا امر جو حدیث بالا میں معلوم ہوتا ہے وہ حکمتِ الٰہی کے سامنے رضا اور قبول و تسلیم ہی، کہ باوجود اس کے کہ شب قدر کی تعیین کا اُٹھ جانا صورتاً بہت ہی بڑی خیر کا اُٹھ جانا تھا، لیکن چونکہ اللہ کی طرف سے ہے اس لئے حضورؐ کا ارشاد ہی کہ شاید ہمارے لئے یہی بہتر ہو نہایت عبرت اور غور کا مقام ہے اللہ جل شانہٗ کی رحیم و کریم ذات بندہ پر ہر وقت مہربان ہی، اگر بندہ اپنی بداعمالی سے کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تب بھی اللہ جل جلالہٗ کی طرف سے تھوڑی سی توجہ اور اقرارِ عجز کے بعد اللہ کا کرم شامل حال ہو جاتا ہے، اور وہ مصیبت بھی کسی بڑی خیر کا سبب بنجاتی ہے، اور اللہ کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں، چنانچہ علماء نے اس کے اخفا میں بھی چند مصالح ارشاد فرمائی ہیں:-

اوّل یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طبائع ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتیں، اور اس صورت موجودہ میں اس احتمال پر کہ آج ہی شاید شب قدر ہو متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہو جاتی ہے،

دوسری یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کئے بغیر ان سے رہا ہی نہیں جاتا، تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں معصیت کی جرأت کی جاتی تو سخت اندیشہ ناک تھا،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے کہ ایک صحابی سو رہے تھے، آپؐ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو جگادو تاکہ وضو کرلیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جگا تو دیا، مگر حضورؐ سے پوچھا کہ آپ تو خیر کی طرف بہت تیزی سے چلنے والے ہیں آپ نے خود کیوں نہ جگادیا؟ حضورؐ نے فرمایا مبادا انکار کر بیٹھتا اور میرے کہنے پر انکار کفر ہو جاتا، تیرے کہنے سے انکار پر کفر نہیں ہوگا، تو اسی طرح حق سبحانہ وتقدس کی رحمت نے گوارا نہ فرمایا کہ اس عظمت والی رات کے معلوم ہونیکے بعد کوئی گناہ پر جرأت کرے

تیسرے یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا بھی جاگنا نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی ایک دو رات تو کم از کم ہر شخص کو میسر ہو ہی جاتی ہے،

چوتھے یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں اُن سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملے گا،

پانچویں یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہٗ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا، اس صورت میں تفاخر کا زیادہ موقع ہی کہ بندے باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال اور خیال پر رات رات بھر جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں کہ جب احتمال پر یہ اس قدر کوشش کر رہے ہیں، اگر بتلادیا جاتا کہ یہی رات شب قدر ہے تو پھر ان کی کوششوں کا کیا حال ہوتا،

ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں، ایسے ہی امور کی وجہ سے عادۃ اللہ یہ جاری ہے کہ اس نوع کی اہم چیزوں کو مخفی فرمادیتے ہیں، چنانچہ اسم اعظم کو مخفی فرمادیا، اسی طرح جمعہ کے دن میں ایک وقت خاص مقبولیتِ دُعاء کا ہے، اس کو بھی مخفی فرمادیا، ایسے ہی اور بھی بہت سی چیزیں اس میں شامل ہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رمضان المبارک میں تعیین بھلادی گئی ہو اور اس کے بعد دیگر مصالحِ مذکورہ کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے تعیین ہٹادی گئی ہو،

تیسری بات جو اس حدیثِ پاک میں وارد ہے وہ شب قدر کی تلاش کے لئے

تین راتیں ارشاد فرمائی ہیں نویں، ساتویں، پانچویں، دوسری روایات کے ملانے سے اتنا تو محقق ہے کہ یہ تینوں راتیں اخیر عشرہ کی ہیں، لیکن اس کے بعد پھر چند احتمال ہیں کہ اخیر عشرہ میں اگر اول سے شمار کیا جاوے تو حدیث کا محل ۲۹، ۲۷، ۲۵ رات ہوتی ہے، اور اگر اخیر عشرہ سے شمار کیا جاوے جیساکہ بعض الفاظ سے مترشح ہے تو پھر ۲۹ کے چاند کی صورت میں ۲۱، ۲۳، ۲۵ ہے، اور ۳۰ کے چاند کی صورت میں ۲۲، ۲۴، ۲۶ ہے، اس کے علاوہ بھی تعیین میں روایات بہت مختلف ہیں، اور اسی وجہ سے علماء کے درمیان اس کے بارے میں بہت کچھ اختلاف ہی، جیساکہ پہلے ذکر ہوا کہ پچاس کے قریب علماء کے اقوال ہیں، روایات کے بکثرت اختلاف کی وجہ محققین کے نزدیک یہ ہے کہ یہ رات کسی تاریخ کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ مختلف سالوں میں مختلف راتوں میں ہوتی ہی جس کی وجہ سے روایات مختلف ہیں کہ ہر سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کے متعلق مختلف راتوں میں تلاش کا حکم فرمایا، اور بعض سالوں میں متعیّن طور سے بھی ارشاد فرمادیا، چنانچہ ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ کی مجلس میں ایک مرتبہ شب قدر کا ذکر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ آج کونسی تاریخ ہے؟ عرض کیا گیا کہ ۲۲ ہی حضورؐ نے فرمایا کہ آج ہی کی رات میں تلاش کرو،

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ شب قدر نبی کے زمانہ کے ساتھ خاص رہتی ہے یا بعد میں بھی ہوتی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت تک رہی گی، میں نے عرض کیا کہ رمضان کے کس حصہ میں ہوتی ہے؟ آپنے فرمایا کہ عشرۂ اوّل اور عشرۂ آخر میں تلاش کرو، پھر حضورؐ اور باتوں میں مشغول ہوگئے، میں نے موقع پاکر عرض کیا، اجی یہ تو بتلاہی دیجئے کہ عشرہ کے کونسے حصہ میں ہوتی ہے؟ حضورؐ اتنے ناراض ہوئے کہ نہ اس سے قبل مجھ پر اتنے خفا ہوئے تھے نہ بعد میں، اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ کا یہ مقصود ہوتا تو بتلا نہ دیتے، آخر کی سات رات میں تلاش کرو، بس اس کے بعد اور کچھ نہ پوچھو، ایک صحابی کو حضورؐ نے ۲۳ شب متعیّن طور پر ارشاد فرمائی، ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں سو رہا تھا، مجھے خواب میں کسی نے کہا کہ اُٹھ! آج

شب قدر ہی میں جلدی سے اُٹھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا تو آپؐ کی نماز کی نیت بندھ رہی تھی اور یہ رات ۲۳ ر شب تھی، بعض روایات میں متعین طور سے ۲۴ ر شب کا ہونا بھی معلوم ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص تمام سال رات کو جاگے وہ شب قدر کو پا سکتا ہے (یعنی شب قدر تمام سال میں دائر رہتی ہے)۔

کسی نے ابی بن کعبؓ سے اس کو نقل کیا تو وہ فرمانے لگے کہ ابن مسعودؓ کی غرض یہ ہے کہ لوگ ایک رات پر قناعت کر کے نہ بیٹھ جائیں، پھر قسم کھا کر یہ بتلایا کہ وہ ۲۷ ر رمضان کو ہوتی ہے، اور اسی طرح سے بہت سے صحابہ اور تابعین کی رائے ہی کہ وہ ۲۷ ر شب میں ہوتی ہے، ابی بن کعبؓ کی تحقیق یہی ہے اور ابن مسعودؓ کی تحقیق وہی ہی کہ جو شخص تمام سال جاگے وہ اس کو معلوم کر سکتا ہے، اور دُر منثور کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں، ائمہ میں سے بھی امام ابوحنیفہؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ تمام سال میں دائر رہتی ہے، دوسرا قول امام صاحبؒ کا یہ ہی کہ تمام رمضان میں دائر رہتی ہے، صاحبینؒ کا قول ہی کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے، جو متعین ہے مگر معلوم نہیں، شافعیہؒ کا راجح قول یہ ہی کہ ۲۱ ر شب میں ہونا اقرب ہے، امام مالکؒ اور امام احمدؒ بن حنبل کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے، کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں، جمہور علماء کی رائے یہ ہی کہ ستائیسویں رات میں زیادہ امید ہے،

شیخ العارفین محی الدین ابن عربیؒ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اُن لوگوں کا قول زیادہ صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ تمام سال میں دائر رہتی ہے اس لئے کہ میں نے دو مرتبہ اس کو شعبان میں دیکھا ہے، ایک مرتبہ ۱۵ ر کو اور ایک ۱۹ ر کو اور دو مرتبہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں، ۱۳ ر کو اور ۱۸ ر کو، اور رمضان کے آخری عشرہ کی ہر طاق رات میں دیکھا ہے، اس لئے مجھے اس کا یقین ہی کہ وہ سال کی راتوں میں پھرتی رہتی ہے، لیکن رمضان المبارک میں بکثرت پائی جاتی ہے،

ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شب قدر سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے، ایک وہ رات ہے جس میں احکام خداوندی نازل ہوتے ہیں اور اسی رات میں قرآن شریف لوح محفوظ سے اترا ہے، یہ رات رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں تمام سال میں دائر رہتی ہے، لیکن جس سال قرآن پاک نازل ہوا اس سال رمضان المبارک میں تھی، اور اکثر رمضان المبارک ہی میں ہوتی ہے، اور دوسری شب قدر وہ ہے جس میں رُوحانیت کا ایک خاص انتشار ہوتا ہے اور ملائکہ بکثرت زمین پر اُترتے ہیں، اور شیاطین دور رہتے ہیں، دُعائیں اور عبادتیں قبول ہوتی ہیں، یہ ہر رمضان میں ہوتی ہے، اور آخر عشرہ کی وتر راتوں میں ہوتی ہے اور بدلتی رہتی ہے، میرے والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ وبرّد مضجعہ اسی قول کو راجح فرماتے تھے،

بہر حال شب قدر ایک ہو یا دو ہر شخص کو اپنی ہمّت و وسعت کے موافق تمام سال اس کی تلاش میں سعی کرنا چاہئے، نہ ہو سکے تو رمضان بھر جستجو چاہئے، اگر یہ بھی مشکل ہو تو عشرۂ اخیرہ کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اتنا بھی نہ ہو سکے تو عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے، اور اگر خدانخواستہ یہ بھی نہ ہو سکے تو ستائیسویں شب کو تو بہر حال غنیمتِ بارِدہ سمجھنا چاہئے کہ اگر تائید ایزدی شامل حال ہے اور کسی خوش نصیب کو میسّر ہو جائے تو پھر تمام دنیا کی نعمتیں اور راحتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں لیکن اگر میسّر نہ بھی ہو تب بھی اجر سے خالی نہیں، بالخصوص مغرب عشاء کی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام تو ہر شخص کو بہت ہی ضروری ہونا چاہئے، کہ اگر خوش قسمتی سے شب قدر کی رات میں یہ دو نمازیں جماعت سے میسّر ہو جائیں تو کس قدر با جماعت نمازوں کا ثواب ملے، اللہ کا کس قدر بڑا انعام ہے کہ کسی دینی کام میں اگر کوشش کی جائے تو کامیابی نہ ہونے کی صورت میں بھی اس کوشش کا اجر ضرور ملتا ہے، لیکن اس کے باوجود کتنے ہمّت والے ہیں جو دین کے درپے ہیں، دین کے لئے مرتے ہیں کوششیں کرتے ہیں اور اس کے بالمقابل اغراض دنیویہ میں کوشش کے بعد اگر نتیجہ مرتب نہ ہو تو وہ کوشش بیکار اور ضائع، لیکن

اس پر بھی کتنے لوگ ہیں کہ دنیوی اغراض اور بیکار ولغو امور کے حاصل کرنے کے لئے جان و مال دونوں کو برباد کرتے ہیں ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا،

(٦) عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ اَنَّهُ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ فِيْ رَمَضَانَ فِيْ عَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَاِنَّهَا فِيْ لَيْلَةِ وِتْرٍ فِيْ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ اَوْ ثَلٰثٍ وَّعِشْرِيْنَ اَوْخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ اَوْ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ اَوْ تِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ اَوْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ مَنْ قَامَهَا اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمِنْ اَمَارَاتِهَا اَنَّهَا لَيْلَةٌ بَلْجَةٌ صَافِيَةٌ سَاكِنَةٌ سَاجِيَةٌ لَا حَارَّةٌ وَّلَا بَارِدَةٌ كَاَنَّ فِيْهَا قَمَرًا سَاطِعًا وَّلَا يَحِلُّ لِنَجْمٍ اَنْ يُّرْمٰى بِهٖ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى الصَّبَاحِ وَمِنْ اَمَارَاتِهَا اَنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ صَبِيْحَتَهَا لَا شُعَاعَ لَهَا مُسْتَوِيَةً كَاَنَّهَا الْقَمَرُ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى الشَّيْطٰنِ اَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ،

(در منثور عن احمد والبیہقی و محمد بن نصر وغیرہم)

حضرت عبادہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں ہے، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ یا رمضان کی آخر رات میں جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اس رات میں عبادت کرے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے صاف شفاف نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی، بلکہ معتدل، گویا کہ اس میں (انوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند کھلا ہوا ہو اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے، نیز اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے، ایسا بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند، اللہ جل شانہٗ نے اس دن کے آفتاب کے طلوع کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا (بخلاف اور دنوں کے کہ طلوعِ آفتاب کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے)۔

فائدہ:۔ اس حدیث کا اوّل مضمون تو سابقہ روایات میں ذکر ہو چکا ہے، آخر میں شب قدر کی چند علامات ذکر کی ہیں، جن کا مطلب صاف ہی، کسی توضیح کا محتاج نہیں، ان کے علاوہ اور بھی بعض روایات میں اور ان لوگوں کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جن کو اس رات کی دولت نصیب ہوئی ہے بالخصوص اس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے، یہ علامت بہت سی روایات حدیث میں وارد ہوئی ہے، اور ہمیشہ پائی جاتی ہے، اس کے علاوہ اور علامتیں لازمی اور لابُدی نہیں ہیں،

عبدۃ بن ابی لبابہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رمضان المبارک کی ۲۷ شب کو سمندر کا پانی چکھا تو بالکل میٹھا تھا، ایوب بن خالدؒ کہتے ہیں کہ مجھے نہانے کی ضرورت ہوگئی، میں نے سمندر کے پانی سے غسل کیا تو بالکل میٹھا تھا، اور یہ ۲۳ شب کا قصہ ہے، مشائخ نے لکھا ہے کہ شب قدر میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے حتّٰی کہ درخت زمین پر گر جاتے ہیں، اور پھر اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں، مگر ایسی چیزوں کا تعلق امورِ کشفیہ سے ہے جو ہر شخص کو محسوس نہیں ہوتا،

(۷) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَیُّ لَیْلَةٍ لَیْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِیْهَا قَالَ قُوْلِیْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ،

(رواہ احمد وابن ماجۃ والترمذی وصححہ کذا فی المشکوٰۃ)

حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جاوے تو کیا دعاء مانگوں، حضورؐ نے اَللّٰهُمَّ سے اخیر تک دعاء بتلائی، جس کا ترجمہ یہ ہے "اے اللہ تو بیشک معاف کرنیوالا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو پس معاف فرمادے مجھ سے بھی"

فائدہ:۔ نہایت جامع دعاء ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے آخرت کے مطالبہ سے معاف فرمائیں، تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیئے ؎

من نگویم کہ طاعتم بپذیر ؛ قلمِ عفو بر گناہم کش

سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ اس رات میں دعاء کے ساتھ مشغول ہونا زیادہ

بہتر ہے بہ نسبت دوسری عبادات کے، ابن رجبؒ کہتے ہیں کہ صرف دعا، نہیں بلکہ مختلف عبادات میں جمع کرنا افضل ہے، مثلاً تلاوت، نماز، دعا، اور مراقبہ وغیرہ، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سب امور منقول ہیں، یہی قول زیادہ اقرب ہے کہ سابقہ احادیث میں نماز ذکر وغیرہ کئی چیزوں کی فضیلت گزر چکی ہے،

فصل ثالث اعتکاف کے بیان میں ہے

اعتکاف کہتے ہیں مسجد میں اعتکاف کی نیت کرکے ٹھیرنے کو، حنفیہ کے نزدیک اس کی تین قسمیں ہیں، ایکؔ واجب جو منّت اور نذر کرنے کی وجہ سے ہو، جیسے یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا، یا بغیر کسی کام پر موقوف کرنے کے یوں ہی کہہ لے کہ میں نے اتنے دنوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کرلیا، یہ واجب ہوتا ہے اور جتنے دنوں کی نیت کی ہے اس کا پورا کرنا ضروری ہے،

دوسریؔ قسم سنّت ہے جو رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ اُن ایام کے اعتکاف فرمانے کی تھی،

تیسراؔ اعتکافِ نفل ہے، جس کے لئے نہ کوئی وقت ہے نہ ایام کی مقدار، جتنے دن کا جی چاہے کرلے، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی نیت کرلے تب بھی جائز ہے، البتہ کمی میں اختلاف ہے، کہ امام صاحبؒ کے نزدیک ایک دن سے کم کا جائز نہیں لیکن امام محمدؒ کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، اس لئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کرلیا کرے کہ اتنے نماز وغیرہ میں مشغول رہے اعتکاف کا ثواب بھی رہے میں نے اپنے والد صاحبؒ کو ہمیشہ اس کا اہتمام کرتے دیکھا کہ جب مسجد میں تشریف لیجاتے تو دایاں پاؤں اندر داخل کرتے ہی اعتکاف کی نیت فرماتے تھے اور بسا اوقات خدّام کی تعلیم کی غرض سے آواز سے بھی نیت فرماتے تھے، اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے، اور اُس کی فضیلت اس سے زیادہ

کیا ہو گی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ اتنے میری درخواست قبول نہ ہو ٹلنے کا نہیں ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے ؎ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اگر حقیقتاً یہی حال ہو تو سخت سے سخت دل والا بھی پسیجتا ہے، اور اللہ جل شانہٗ کی کریم ذات تو بخشش کیلئے بہانہ ڈھونڈتی ہی بلکہ بے بہانہ مرحمت فرماتے ہیں ؎

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے ؎ در تری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال ؎ کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اس لئے کہ جو کوئی شخص اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازے جانے میں کیا تامل ہو سکتا ہے، اور اللہ جل شانہٗ جس کو اکرام فرما دیں اس کے بھرپور خزانوں کا بیان کون کر سکتا ہے، اس لئے آگے کہنے سے قاصر ہوں کہ نامرد بلوغ کی کیفیت کیا بیان کر سکتا ہے، مگر ہاں یہ ٹھان لے کہ ؎

جس گُل کو دل دیا ہی جس پھول پر فدا ہوں
یا وہ بغل میں آئے یا جاں قفس سے چھوٹے

ابن قیم رحؒ کہتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصود اور اس کی رُوح دل کو اللہ کی پاک ذات کے ساتھ وابستہ کر لینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہو جاوے اور ساری مشغولیوں کے بدلہ میں، اسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جاوے اس کے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر ایسی طرح اس میں لگ جاوے کہ خیالات، تفکرات سب کی جگہ اس کا پاک ذکر اس کی محبت سما جاوے، حتیٰ کہ مخلوق کیساتھ اُنس کے بدلہ اللہ کے ساتھ اُنس پیدا ہو جاوے کہ یہ اُنس قبر کی وحشت میں کام دے کہ اُس دن اللہ کی پاک ذات کے سوا نہ کوئی مونس نہ دل بہلانے والا، اگر دل اس کے ساتھ مانوس ہو چکا ہو گا تو کس قدر لذت سے وقت گذرے گا ؎

جی ڈھونڈھتا ہی پھر وہی فرصت کے رات دن ؎ بیٹھا رہوں تصورِ جاناں کئے ہوئے

صاحبِ مراقی الفلاح کہتے ہیں کہ اعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل ترین اعمال سے ہے، اس کی خصوصیتیں حدِّ احصاء سے خارج ہیں، کہ اس میں قلب کو دنیا ومافیہا سے یکسو کر لینا ہے اور نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا اور آقا کی چوکھٹ پر پڑ جانا ہے

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑا رہوں ؎ سر زیرِ بارِ منّتِ درباں کئے ہوئے

نیز اس میں ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے، اور اللہ کے ساتھ تقرب ہے، حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور جو میری طرف (آہستہ بھی) چلتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں،

نیز اس میں اللہ کے گھر پڑ جانا ہے، اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے، نیز اللہ کے قلعہ میں محفوظ ہونا ہے کہ دشمن کی رسائی وہاں تک نہیں، وغیرہ وغیرہ بہت سے فضائل اور خواص اس اہم عبادت کے ہیں،

مسئلہ مرد کے لئے سب سے افضل جگہ مسجدِ مکّہ ہے، پھر مسجدِ مدینہ منورہ، پھر مسجدِ بیت المقدس، ان کے بعد مسجدِ جامع، پھر اپنی مسجد، امام صاحبؒ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کرے اس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو، صاحبینؒ کے نزدیک شرعی مسجد ہونا کافی ہے، اگرچہ جماعت نہ ہوتی ہو، عورت کے لئے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہئے، اگر گھر میں کوئی جگہ مسجد کے نام سے متعین نہ ہو تو کسی کونے کو اس کے لئے مخصوص کرلے، عورتوں کے لئے اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ سہل ہے، کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے کاروبار بھی گھر کی لڑکیوں وغیرہ سے لیتی رہیں، اور مفت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں، مگر اس کے باوجود عورتیں اس سنّت سے گویا بالکل ہی محروم رہتی ہیں،

(١) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

"ابو سعید خدری رض کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک

عْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فِيْ قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ ثُمَّ اَطْلَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اِنِّیْ اَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ اَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ ثُمَّ اُتِيْتُ فَقِيْلَ لِیْ اَنَّهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ اِعْتَكَفَ مَعِیَ فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ فَقَدْ اُرِيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اُنْسِيْتُهَا وَقَدْ رَاَيْتُنِیْ اَسْجُدُ فِیْ مَآءٍ وَّطِيْنٍ مِّنْ صَبِيْحَتِهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوْا فِیْ كُلِّ وِتْرٍ قَالَ فَمُطِرَتِ السَّمَآءُ تِلْكَ اللَّيْلَةِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰی عَرِيْشٍ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَيْنَایَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی جَبْهَتِهٖ اَثَرُ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ مِنْ صَبِيْحَةِ اِحْدٰی وَعِشْرِيْنَ (مشکوٰۃ عن المتفق علیہ باختلاف اللفظ)

کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرہ میں بھی پھر ترکی خیمہ سے جس میں اعتکاف فرما رہے تھے باہر سر نکال کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شبقدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا، پھر اسی وجہ سے دوسرے عشرہ میں کیا پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتہ) نے بتلایا کہ وہ رات اخیر عشرہ میں ہے لہٰذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں، مجھے یہ رات دکھلا دی گئی تھی پھر بھلا دی گئی (اس کی علامت یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اس رات کے بعد کی صبح میں کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا، لہٰذا اب اس کو اخیر عشرہ کی راتوں میں تلاش کرو، راوی کہتے ہیں کہ اس رات میں بارش ہوئی، اور مسجد چھپر کی تھی، وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر اکیس ۲۱ کی صبح کو دیکھا۔

فائدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ اعتکاف کی ہمیشہ رہی ہے اس مہینہ میں تمام مہینہ کا اعتکاف فرمایا، اور جس سال وصال ہوا ہے اس سال بیس روز کا اعتکاف فرمایا تھا، لیکن اکثر عادتِ شریفہ چونکہ اخیر عشرہ ہی کے اعتکاف کی رہی ہے، اس لئے علماء کے نزدیک سنتِ مؤکدہ وہی ہے،

حدیث بالا سے بھی یہ معلوم ہوگیا کہ اس اعتکاف کی بڑی غرض شب قدر کی تلاش ہی، اور حقیقت میں اعتکاف اس کے لئے بہت ہی مناسب ہے کہ اعتکاف کی حالت میں اگر آدمی سوتا ہوا بھی ہو تب بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے، نیز اعتکاف میں چونکہ آنا جانا اور ادھر اُدھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے اس لئے عبادت اور کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہے گا، لہٰذا شب قدر کے قدر دانوں کے لئے اعتکاف سے بہتر صورت نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوّل تو سارے ہی رمضان میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام اور کثرت فرماتے تھے، لیکن اخیر عشرہ میں کچھ حد ہی نہیں رہتی تھی، رات کو خود بھی جاگتے، اور گھر کے لوگوں کو بھی جگانے کا اہتمام فرماتے تھے، جیسا کہ صحیحین کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے،

بخاری مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ اخیر عشرہ میں حضورؐ لنگی کو مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کا احیاء فرماتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے، لنگی مضبوط باندھنے سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی بھی مراد ہو سکتی ہی، اور بیبیوں سے بالکلیہ احتراز بھی مراد ہو سکتا ہے،

(٢) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ وَيُجْرِىْ لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا، (مشکوٰۃ عن ابن ماجۃ)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہی اور اس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کہ کرنے والے کے لئے"

فائدہ:- دو مخصوص نفع اعتکاف کے اس حدیث میں ارشاد فرمائے گئے ہیں، ایک یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہو جاتی ہے، ورنہ بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ اسباب ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ اس میں آدمی گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے، اور ایسے متبرک وقت

میں معصیت کا ہو جانا کس قدر ظلم عظیم ہے، اعتکاف کی وجہ سے ان سے امن اور حفاظت رہتی ہے، دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیسا کہ جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ ایسے امور ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ جانے کی وجہ سے معتکف ان کو نہیں کر سکتا، اس لئے اعتکاف کی وجہ سے جن عبادتوں سے رُکا رہا اُن کا اجر بغیر کئے بھی ملتا رہے گا،

اللہ اکبر! کس قدر رحمت اور فیّاضی ہے کہ ایک عبادت آدمی کرے اور دس عبادتوں کا ثواب مل جاوے، درحقیقت اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈھتی ہے، اور تھوڑی سی توجّہ اور مانگ سے دھواں دھار برستی ہے ع

به بہانه می دہد به بہا نمی دھد

مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں ضرورت ہی نہیں توجّہ کون کرے اور کیوں کرے کہ دین کی وقعت ہی ہمارے قلوب میں نہیں ہے

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض اَنَّهٗ كَانَ مُعْتَكِفًا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رض يَا فُلَانُ اَرَاكَ مُكْتَئِبًا حَزِيْنًا قَالَ نَعَمْ يَا ابْنَ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِفُلَانٍ عَلَيَّ حَقٌّ وَلَا وَحُرْمَةِ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ مَا اَقْدِرُ عَلَيْهِ قَالَ

(۳) حضرت ابن عباس رض ایک مرتبہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں معتکف تھے آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے (چُپ چاپ) بیٹھ گیا حضرت ابنِ عباس رض نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے؟ اس نے کہا اے رسول اللہ م کے چچا کے بیٹے! میں بے شک پریشان ہوں

ے هكذا فى النسخة التى بايدى بلفظ حرف النهى وهو الصواب عندى لوجوه ووقع فى بعض النسخ لفظ ولاء بالهمزة فى آخره وهو تصحيف عندى من الكاتب وعليه قرائن ظاهرة ١٢

ابْنُ عَبَّاسٍ أَفَلَا أُكَلِّمُهُ فِيْكَ قَالَ إِنْ أَحْبَبْتَ قَالَ فَانْتَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضؓ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لَهُ الرَّجُلُ أَنَسِيْتَ مَا كُنْتَ فِيْهِ قَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَهْدُ بِهٖ قَرِيْبٌ فَدَمَعَتْ عَيْنَاهُ وَهُوَ يَقُوْلُ مَنْ مَشٰى فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ وَبَلَغَ فِيْهَا كَانَ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اِعْتِكَافِ عَشْرِ سِنِيْنَ وَمَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا اِبْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلٰثَ خَنَادِقَ أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ،

(رواہ الطبرانی فی الاوسط والبیہقی واللفظ لہ والحاکم مختصراً وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب وقال السیوطی والحدیث صححہ الحاکم وضعفہ البیہقی)

کہ فلاں شخص کا مجھ پر حق ہے اور (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ) اس قبر والے کی عزت کی قسم! میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ اچھا کیا میں اس سے تیری سفارش کروں؟ اس نے عرض کیا کہ جیسے آپ مناسب سمجھیں، ابن عباس رضؓ یہ سن کر جوتہ پہن مسجد سے باہر تشریف لائے اس شخص نے عرض کیا کہ آپ اپنا اعتکاف بھول گئے، فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گزرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عباس رضؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حضور ﷺ فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے اس کے لئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے، اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے (اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ مقدار ہوگی)۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے دو مضمون معلوم ہوئے، اول یہ کہ ایک دن کے

اعتکاف کا ثواب یہ ہی کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرما دیتے ہیں اور ہر خندق اتنی بڑی ہے جتنا سارا جہان، اور ایک دن سے زیادہ جس قدر زیادہ دنوں کا اعتکاف ہوگا اتنا ہی اجر زیادہ ہوگا،

علامہ شعرانی رحؒ نے کشف الغمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص عشرۂ رمضان کا اعتکاف کرے اس کو دو حج اور دو عمروں کا اجر ہے، اور جو شخص مسجد جماعت میں مغرب سے عشاء تک کا اعتکاف کرے کہ نماز قرآن کے علاوہ کسی سے بات نہ کرے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں،

دوسرا مضمون جو اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ مسلمانوں کی حاجت روائی ہے کہ دس برس کے اعتکاف سے افضل ارشاد فرمایا ہے، اسی وجہ سے ابن عباس رضؓ نے اپنے اعتکاف کی پرواہ نہیں فرمائی، کہ اس کی تلافی پھر بھی ہوسکتی ہے، اور اس کی قضا ممکن ہے، اسی وجہ سے صوفیاء کا مقولہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں ٹوٹے ہوئے دل کی جتنی قدر ہے اتنی کسی چیز کی نہیں، یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی بد دعاء سے احادیث میں بہت ڈرایا گیا ہے، حضورؐ جب کسی شخص کو حاکم بنا کر بھیجتے تھے تو اور نصائح کے ساتھ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ ارشاد فرماتے تھے کہ مظلوم کی بد دعاء سے بچیو ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعاء کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

اس جگہ ایک مسئلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لئے بھی مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اور اگر اعتکاف واجب ہو تو اس کی قضا بھی واجب ہوتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرورتِ بشری کے علاوہ کسی ضرورت سے بھی مسجد سے باہر تشریف نہیں لاتے تھے، حضرت ابن عباس رضؓ کا یہ ایثار کہ دوسرے کی وجہ سے اپنا اعتکاف توڑ دیا

ایسے ہی لوگوں کے مناسب ہے کہ دوسروں کی خاطر خود پیاسے تڑپ تڑپ کر مرجاویں مگر پانی کا آخری گھونٹ اس لئے نہ پئیں کہ دوسرا زخمی جو پاس لیٹا ہوا ہے وہ اپنے سے مقدم ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ اعتکاف نفلی اعتکاف ہو، اس صورت میں کوئی اشکال نہیں،

خاتمہ

میں ایک طویل حدیث جس میں کئی نوع کے فضائل ارشاد فرمائے ہیں ذکر کر کے اس رسالہ کو ختم کیا جاتا ہے،

(۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّةَ لَتُبَخَّرُ وَتُزَيَّنُ مِنَ الْحَوْلِ اِلَى الْحَوْلِ لِدُخُوْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ فَاِذَا كَانَتْ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ مِّنْ تَحْتِ الْعَرْشِ يُقَالُ لَهَا الْمُثِيْرَةُ فَتُصَفِّقُ وَرَقَاتِ اَشْجَارِ الْجِنَانِ وَحِلَقَ الْمَصَارِيْعِ فَيُسْمَعُ لِذٰلِكَ طَنِيْنٌ لَّمْ يَسْمَعِ السَّامِعُوْنَ اَحْسَنَ مِنْهُ فَتَبْرُزُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ حَتّٰى يَقِفْنَ بَيْنَ شُرَفِ الْجَنَّةِ فَيُنَادِيْنَ هَلْ مِنْ خَاطِبٍ اِلَى اللّٰهِ فَيُزَوِّجُهٗ ثُمَّ يَقُلْنَ الْحُوْرُ الْعِيْنُ يَا رِضْوَانَ الْجَنَّةِ مَا هٰذِهِ اللَّيْلَةُ فَيُجِيْبُهُنَّ

ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ انھوں نے حضورؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان شریف کے لئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے، پس جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہ ہے (جس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے ایسی (دل آویز سریلی) آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی، پس خوشنما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑے ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے

بِالتَّلْبِيَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ هٰذِهٖ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ عَلَى الصَّائِمِيْنَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَارِضْوَانُ افْتَحْ اَبْوَابَ الْجِنَانِ وَيَامَالِكُ اَغْلِقْ اَبْوَابَ الْجَحِيْمِ عَلَى الصَّائِمِيْنَ مِنْ اُمَّةِ اَحْمَدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَا جِبْرَئِيْلُ اهْبِطْ اِلَى الْاَرْضِ فَاصْفِدْ مَرَدَةَ الشَّيَاطِيْنِ وَ غُلَّهُمْ بِالْاَغْلَالِ ثُمَّ اَقْذِفْهُمْ فِى الْبِحَارِ حَتّٰى لَا يُفْسِدُوْا عَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ حَبِيْبِىْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامَهُمْ قَالَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِىْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ لِمُنَادٍ يُّنَادِىْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَاُعْطِيَهٗ سُؤْلَهٗ۔ هَلْ مِنْ تَائِبٍ فَاَتُوْبَ عَلَيْهِ۔ هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهٗ۔ مَنْ يُّقْرِضُ الْمَلِىَّ غَيْرَ الْعَدُوْمِ وَالْوَفِىَّ غَيْرَ الظَّلُوْمِ۔ قَالَ

منگنی کرنے والا تاکہ حق تعالیٰ شانہ اس کو ہم سے جوڑ دیں، پھر وہی حوریں جنت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے، جنت کے دروازے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے (آج) کھول دیئے گئے، حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالےٰ شانہ رضوان سے فرمادیتے ہیں کہ جنت کے دروازے کھول دے اور (مالک (جہنم کے داروغہ) سے فرمادیتے ہیں کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کردے اور جبرئیل کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو اور گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو، کہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزوں کو خراب نہ کریں،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ، رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں، کوئی ہے توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں

وَلِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْ
شَهْرِ رَمَضَانَ عِنْدَ الْاِفْطَارِ
اَلْفُ اَلْفِ عَتِيْقٍ مِّنَ النَّارِ
كُلُّهُمْ قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ
فَاِذَا كَانَ اٰخِرُ يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ
رَمَضَانَ اَعْتَقَ اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ
الْيَوْمِ بِقَدْرِ مَا اَعْتَقَ مِنْ
اَوَّلِ الشَّهْرِ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَاِذَا
كَانَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَاْمُرُ اللّٰهُ
عَزَّوَجَلَّ جِبْرَئِيْلَ فَيَهْبِطُ فِيْ
كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ
مَعَهُمْ لِوَاءٌ اَخْضَرُ فَيَرْكُزُ
اللِّوَاءَ عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ
وَلَهٗ مِائَةُ جَنَاحٍ مِّنْهَا جَنَاحَانِ
لَا يَنْشُرُهُمَا اِلَّا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ
فَيَنْشُرُهُمَا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ
فَيُجَاوِزُ الْمَشْرِقَ اِلَى الْمَغْرِبِ
فَيَحُثُّ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
الْمَلٰٓئِكَةَ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ
فَيُسَلِّمُوْنَ عَلٰى كُلِّ قَائِمٍ وَّ
قَاعِدٍ وَّمُصَلٍّ وَّذَاكِرٍ
وَّيُصَافِحُوْنَهُمْ وَيُؤَمِّنُوْنَ
عَلٰى دُعَائِهِمْ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ

کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں، کون ہے جو غنی کو قرض دے ایسا غنی جو نادار نہیں، ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا،

حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے، اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں، اور جس رات شب قدر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ، حضرت جبرئیلؑ کو حکم فرماتے ہیں، وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں انکے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں، اور حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سو بازو ہیں جن میں سے دو بازو کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں، پھر حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں

فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ يُنَادِيْ جِبْرَئِيْلُ
مَعَاشِرَ الْمَلٰئِكَةِ الرَّحِيْلَ
فَيَقُوْلُوْنَ يَا جِبْرَئِيْلُ فَمَا صَنَعَ
اللّٰهُ فِيْ حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ
اُمَّةِ اَحْمَدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَيَقُوْلُ نَظَرَ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ فِيْ
هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا عَنْهُمْ اِلَّا
اَرْبَعَةً فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ
هُمْ قَالَ رَجُلٌ مُّدْمِنُ خَمْرٍ وَّعَاقٌّ
لِّوَالِدَيْهِ وَقَاطِعُ رَحِمٍ وَّمُشَاحِنٌ
قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُشَاحِنُ
قَالَ هُوَ الْمُصَارِمُ،

فَاِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ
سُمِّيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ لَيْلَةَ
الْجَائِزَةِ فَاِذَا كَانَتْ غَدَاةُ الْفِطْرِ
بَعَثَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْمَلٰئِكَةَ
فِيْ كُلِّ بِلَادٍ فَيَهْبِطُوْنَ اِلَى
الْاَرْضِ فَيَقُوْمُوْنَ عَلٰى اَفْوَاهِ
السِّكَكِ فَيُنَادُوْنَ بِصَوْتٍ يَّسْمَعُ
مَنْ خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا
الْجِنَّ وَالْاِنْسَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا
اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اُخْرُجُوْا اِلٰى رَبٍّ
كَرِيْمٍ يُعْطِي الْجَزِيْلَ وَيَعْفُوْا

کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو اس کو سلام کریں اور مصافحہ کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں صبح تک یہی حالت رہتی ہے، جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیلؑ آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت اب کوچ کرو اور چلو، فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مؤمنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرما دیا، صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ وہ چار شخص کون ہیں؟ ارشاد ہوا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو، دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو، تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا ہو اور ناتہ توڑنے والا ہو چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو،

پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام (آسمانوں پر) لَيْلَةُ الْجَائِزَةِ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے، اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ، فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ

عَنِ الْعَظِيْمِ، فَإِذَا بَرَزُوْا إِلٰى
مُصَلَّاهُمْ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ
لِلْمَلٰٓئِكَةِ مَا جَزَآءُ الْاَجِيْرِ إِذَا
عَمِلَ عَمَلَهٗ قَالَ فَتَقُوْلُ
الْمَلٰٓئِكَةُ إِلٰهَنَا وَسَيِّدَنَا
جَزَآؤُهٗ أَنْ تُوَفِّيَهٗ أَجْرَهٗ قَالَ
فَيَقُوْلُ فَإِنِّيْ أُشْهِدُكُمْ يَا مَلٰٓئِكَتِيْ
إِنِّيْ قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَهُمْ مِّنْ
صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ
وَقِيَامِهِمْ رِضَائِيْ وَمَغْفِرَتِيْ
وَيَقُوْلُ يَا عِبَادِيْ سَلُوْنِيْ
فَوَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا تَسْئَلُوْا
الْيَوْمَ شَيْئًا فِيْ جَمْعِكُمْ
لِاٰخِرَتِكُمْ إِلَّا أَعْطَيْتُكُمْ
وَلَا لِدُنْيَاكُمْ إِلَّا نَظَرْتُ
لَكُمْ فَوَعِزَّتِيْ لَأَسْتُرَنَّ
عَلَيْكُمْ عَثَرَاتِكُمْ مَا رَاقَبْتُمُوْنِيْ
وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا أُخْزِيْكُمْ
وَلَا أَفْضَحُكُمْ بَيْنَ أَصْحَابِ
الْحُدُوْدِ انْصَرِفُوْا مَغْفُوْرًا
لَّكُمْ قَدْ أَرْضَيْتُمُوْنِيْ وَرَضِيْتُ
عَنْكُمْ فَتَفْرَحُ الْمَلٰٓئِكَةُ
وَتَسْتَبْشِرُ بِمَا يُعْطِى اللّٰهُ عَزَّ

زمین پر اُتر کر تمام گلیوں (راستوں) کے
سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز
سے جس کو جنّات وانسان کے سوا ہر مخلوق
سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی اُمّت اس کریم رب کی (درگاہ) کی جانب
چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور
بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانیوالا ہے،
پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو
حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے دریافت فرماتے
ہیں کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا
کر چکا ہو، وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود
اور ہمارے مالک! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی
مزدوری پوری پوری دیدی جائے تو حق تعالیٰ
شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں
تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ ان کو رمضان کے
روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا
اور مغفرت عطا کر دی، اور بندوں سے خطاب
فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو!
مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم! میرے
جلال کی قسم! آج کے دن اپنے اس اجتماع
میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو
سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے
میں جو سوال کرو گے اس میں تمھاری

وَجَلَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ اِذَا افْطَرُوْا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ رکذا فی الترغیب وقال رواہ ابو الشیخ بن حبان فی کتاب الثواب، والبیہقی واللفظ لہ ولیس فی اسنادہ من اجمع علی ضعفہ قلت قال السیوطی فی التدریب قد التزم البیہقی ان لا یخرج فی تصانیفہ حدیثا یعلمہ موضوعًا الخ وذکر القاری فی المرقاۃ بعض طرق الحدیث ثم قال فاختلاف طرق الحدیث یدل علی انہ لہ اصلًا اھ)

مصلحت پر نظر کروں گا، میری عزت کی قسم! کہ جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمھاری لغزشوں کی ستاری کرتا رہوں گا، (اور ان کو چھپاتا رہوں گا) میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم! میں تمھیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور فضیحت نہیں کروں گا، بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہوگیا، پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں، (اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ)

فائدہ:- اس حدیث کے اکثر مضامین رسالہ کے گزشتہ اوراق میں بیان ہو چکے ہیں، البتہ چند امور قابلِ غور ہیں جن میں سب سے اول اور اہم تو یہ ہی کہ بہت سے محروم رمضان کی مغفرتِ عامّہ سے بھی مستثنیٰ تھے، جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا ہے، اور وہ عید کی اس مغفرتِ عامّہ سے بھی مستثنیٰ کر دیتے گئے جن میں سے آپس کے لڑنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے بھی ہیں، ان سے کوئی پوچھے کہ تم نے اللہ کو ناراض کر کے اپنے لئے کونسا ٹھکانہ ڈھونڈھ رکھا ہے، افسوس تم پر بھی اور تمھاری اس عزت پر بھی جس کے حاصل کرنے کے غلط خیال میں تم رسول اللہ ﷺ کی بد دعائیں برداشت کر رہے ہو، جبرئیل ؑ کی بد دعائیں اٹھا رہے ہو اور اللہ کی رحمت و مغفرتِ عامّہ سے بھی نکالے جا رہے ہو، میں پوچھتا ہوں کہ آج تم نے اپنے مقابل کو زک دے ہی دی، اپنی مونچھ اونچی کر ہی لی، وہ کے دن تمھارے ساتھ رہ سکتی ہے، جب کہ اللہ کا پیارا رسول ﷺ تمھارے اوپر لعنت

کر رہا ہے اللہ کا مقرّب فرشتہ تمھاری ہلاکت کی بد دعا دے رہا ہے اللہ جل شانہ، تمھیں اپنی مغفرت و رحمت سے نکال رہے ہیں، اللہ کے واسطے سوچو اور بس کرو، صبح کا بھٹکا شام کو گھر آجائے تو کچھ نہیں گیا، آج وقت ہے اور تلافی ممکن، اور کل جب ایسے حاکم کی پیشی میں جانا ہے جہاں نہ عزّت و وجاہت کی پوچھ، نہ مال و متاع کار آمد، وہاں صرف تمھارے اعمال کی پوچھ ہے اور ہر حرکت لکھی لکھائی سامنے ہے، حق تعالیٰ شانہٗ اپنے حقوق میں درگزر فرماتے ہیں مگر بندوں کے آپس کے حقوق میں بغیر بدلہ دیئے نہیں چھوڑتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مفلس میری اُمّت میں وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن نیک اعمال کے ساتھ آوے اور نماز، روزہ، صدقہ سب ہی کچھ لاوے لیکن کسی کو گالی دے رکھی ہے، کسی کو تہمت لگادی تھی، کسی کو مار پیٹ کی تھی، پس یہ سب دعویدار آویں گے اور اس کے نیک اعمال میں سے ان حرکتوں کا بدلہ وصول کرلیں گے، اور جب اس کے پاس نیک اعمال ختم ہوجاویں گے تو اپنی بُرائیاں ان حرکتوں کے بدلہ میں اس پر ڈالتے رہیں گے، اور پھر اُس سب انبار کی بدولت وہ جہنّم رسید ہوجاوے گا اور اپنی کثرتِ اعمال کے باوجود حسرت و یاس کا عالم ہوگا وہ محتاجِ بیان نہیں ؎

وہ مایوسِ تمنا کیوں نہ سوئے آسماں دیکھے
کہ جو منزل بمنزل اپنی محنت رائیگاں دیکھے

دوسرا امر قابلِ غور یہ ہے کہ اس رسالہ میں چند مواقع مغفرت کے ذکر کئے گئے ہیں اور ان کے علاوہ بھی بہت سے امور ایسے ہیں کہ وہ مغفرت کے سبب ہوتے ہیں اور گناہ ان سے معاف ہوجاتے ہیں، اس پر ایک اشکال ہوتا ہے، وہ یہ کہ جب ایک مرتبہ گناہ معاف ہوچکے تو اس کے بعد دوسری معافی کے کیا معنی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مغفرت کا قاعدہ یہ ہے کہ جب وہ بندہ کی طرف متوجّہ ہوتی ہے اگر اس پر کوئی گناہ ہوتا ہے تو اس کو مٹاتی ہے، اور اگر اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا تو اس کے بقدر اس پر رحمت اور انعام کا اضافہ ہوجاتا ہے،

تیسرا امر یہ ہے کہ سابقہ احادیث میں بھی بعض جگہ اور اس حدیث میں بھی

حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی مغفرت فرمانے پر فرشتوں کو گواہ بنایا ہے، اس کی وجہ یہ ہو کہ قیامت کی عدالت کے معاملات ضابطہ پر رکھے گئے ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اُن کی تبلیغ کے بارہ میں بھی گواہ طلب کئے جائیں گے، چنانچہ احادیث کی کتابوں میں بہت سے مواقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم سے میرے بارے میں سوال ہوگا لہٰذا تم گواہ رہو کہ میں پہنچا چکا ہوں

بخاری وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام قیامت کے دن بُلائے جائیں گے ان سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے رسالت کا حق ادا کیا؟ ہمارے احکام پہنچائے؟ وہ عرض کریں گے کہ پہنچائے تھے، پھر اُن کی اُمت سے پوچھا جائے گا کہ تمھیں احکام پہنچائے تھے؟ وہ کہیں گے مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ (ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا نہ ڈرانے والا) تو حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ اپنے گواہ پیش کرو، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو پیش کریں گے، امتِ محمدیہ بلائی جائے گی، اور گواہی دے گی، بعض روایات میں آتا ہو کہ اُن سے جرح کی جائے گی کہ تم کو کیا خبر کہ نوحؑ نے اپنی اُمت کو احکام پہنچائے یہ عرض کریں گے کہ ہمارے رسولؐ نے خبر دی، ہمارے رسولؐ پر جو سچی کتاب اُتری اس میں خبر دی گئی، اسی طرح اور انبیاءؑ کی اُمت کے ساتھ بھی پیش آئے گا، اسی کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے، وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ،

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ قیامت میں گواہیاں چار طرح کی ہوں گی، ایک ملائکہ کی جس کے متعلق آیاتِ ذیل میں تذکرہ ہے وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ دوسری گواہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہو وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۝ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ

بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا، تیسری اُمّتِ محمدیہ کی گواہی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۤءِ، چوتھی آدمی کے اپنے اعضاء کی گواہی جس کے متعلق ارشاد ہے یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ الآیۃ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ الآیۃ اختصار کے خیال سے ان آیات کا ترجمہ نہیں لکھا، سب آیات کا حاصل قیامت کے دن ان چیزوں کی گواہی دینے کا ذکر ہے جن کا بیان آیت کے شروع میں لکھ دیا گیا،

چوتھا امر حدیث بالا میں یہ ارشاد مبارک ہے کہ میں تم کو کفار کے سامنے رُسوا اور فضیحت نہ کروں گا، یہ حق تعالیٰ شانہٗ کا غایت درجہ کا لطف وکرم اور مسلمانوں کے حال پر غیرت ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈھنے والوں کے لئے یہ بھی لطف و انعام ہے کہ اُن کی لغزشوں اور سیئات سے وہاں بھی درگزر اور پردہ پوشی کی جاتی ہے عبداللہ بن عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ ایک مؤمن کو اپنے قریب بلاکر اس پر پردہ ڈال کر کہ کوئی دوسرا نہ دیکھے اس کی لغزشیں اور سیئات یاد دلاکر اس سے ہر ہر گناہ کا اقرار کرائیں گے اور وہ اپنے گناہوں کی کثرت اور اقرار پر یہ سمجھے گا کہ اب ہلاکت کا وقت قریب آگیا، تو ارشاد ہوگا کہ میں نے دنیا میں تجھ پر ستاری فرمائی ہے تو آج بھی اُن پر پردہ ہے، اور معاف ہیں، اس کے بعد اس کے نیک اعمال کا دفتر اس کے حوالہ کر دیا جائے گا، اور بھی سینکڑوں روایات سے یہ مضمون مستنبط ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا ڈھونڈھنے والوں اس کے احکام کی پابندی کرنیوالوں کی لغزشوں سے درگزر کر دیا جاتا ہے، اس لئے نہایت اہمیت کے ساتھ ایک مضمون سمجھ لینا چاہئے کہ جو لوگ اللہ والوں کی کوتاہیوں پر ان کی غیبت میں مبتلا رہتے ہیں وہ اس کا لحاظ رکھیں کہ مبادا قیامت میں ان کے نیک اعمال کی برکت سے اُن کی لغزشیں تو معاف کر دی جاویں اور پردہ پوشی فرمائی جائے لیکن تم لوگوں کے اعمال نامے غیبت کا دفتر بن کر ہلاکت کا سبب بنیں،

اللہ جلّ جلالہٗ اپنے لطف سے ہم سب سے درگذر فرماویں،

پانچواں ضروری امر یہ ہے کہ حدیث بالا میں عید کی رات کو انعام کی رات سے پکارا گیا، اس رات میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے اپنے بندوں کو انعام دیا جاتا ہے، اس لئے بندوں کو بھی اس رات کی بیحد قدر کرنا چاہئے، بہت سے لوگ عوام کا تو پوچھنا ہی کیا خواص بھی رمضان کے تھکے ماندے اس رات میں میٹھی نیند سوتے ہیں، حالانکہ یہ رات بھی خصوصیت سے عبادت میں مشغول رہنے کی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ثواب کی نیت کر کے دونوں عیدوں میں جاگے (اور عبادت میں مشغول رہے) اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن سب کے دل مرجائیں گے، (یعنی فتنہ وفساد کے وقت جب لوگوں کے قلوب پر مُردنی چھاتی ہے اس کا دل زندہ رہے گا، اور ممکن ہے کہ صور پھونکے جانے کا دن مراد ہو کہ اس کی روح بے ہوش نہ ہو گی)۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص پانچ راتوں میں (عبادت کے لئے) جاگے اس کے واسطے جنّت واجب ہو جائے گی، لَیلۃ الترویہ (۸ر ذی الحجہ کی رات) لیلۃ العرفہ (۹ر ذی الحجہ کی رات) لیلۃ النحر (۱۰ر ذی الحجہ کی رات) اور عید الفطر کی رات اور شبِ برأت یعنی ۱۵ر شعبان کی رات، فقہاء نے بھی عیدین کی رات میں جاگنا مستحب لکھا ہے، ماثبت بالسّنّۃ میں امام شافعی صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ پانچ راتیں دعاء کی قبولیت کی ہیں جمعہ کی رات، عیدین کی راتیں، غرّہ رجب کی رات اور نصف شعبان کی رات،

تنبیہ: بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک میں جمعہ کی رات کا بھی خصوصیت سے اہتمام چاہئے کہ جمعہ اور اس کی رات بہت متبرّک اوقات ہیں، احادیث میں اُن کی بہت فضیلت آئی ہے، مگر چونکہ بعض روایات میں جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ مخصوص کرنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے، اس لئے بہتر ہے کہ ایک دو رات کو اس کے ساتھ اور بھی شامل کرلے،

آخر میں ناظرین سے لجاجت سے درخواست ہے کہ رمضان المبارک کے مخصوص

اوقات میں جب آپ اپنے لئے دعاء فرمائیں تو ایک سیہ کار کو بھی شامل فرمائیں کیا بعید ہے کہ کریم آقا تمھاری مخلصانہ دعاء سے اس کو بھی اپنی رضا و محبت سے نواز دیں ؎

گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہِ جہاں || پر ترے در کو بتا اب چھوڑ کر جاؤں کہاں
کون ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کے واسطے

کشمکش سے ناامیدی کی ہوا ہوں میں تباہ || دیکھ مت میرے عمل کر لطف پر اپنے نگاہ
یارب اپنے رحم و احسان و عطا کے واسطے

چرخِ عصیاں سر پہ ہے زیرِ قدم بحرِ الم || چار سُو ہے فوجِ غم کر جلد اب بہرِ کرم
کچھ رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے || اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
ہے عصا تے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

نے فقیری چاہتا ہوں نے امیری کی طلب || نے عبادت نے ورع نے خواہشِ علم و ادب
دردِ دل پر چاہئے مجھ کو خدا کے واسطے

عقل و ہوش و فکر اور نعمائے دنیا بے شمار || کی عطا تو نے مجھے پر اب تو اے پروردگار
بخش وہ نعمت جو کام آئے سدا کے واسطے

حد سے ابتر ہو گیا ہے حال مجھ ناشاد کا || کر مری امداد اللہ وقت ہے امداد کا
اپنے لطف و رحمتِ بے انتہا کے واسطے

گو میں ہوں اک بندۂ عاصی غلام پُرقصور || جرم میرا حوصلہ ہے نام ہے تیرا غفور
تیرا کہلاتا ہوں میں جیسا ہوں اے ربِّ شکور || اَنْتَ شَافٍ اَنْتَ کَافٍ فِیْ مُهِمَّاتِ الْاُمُوْر
اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَكِیْل

محمد زکریا کاندھلوی

مقیم مظاہر علوم سہارنپور، وارد نظام الدین دہلی
۲۷ رشب رمضان المبارک ۱۳۴۹ ہجری

مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی